امامِ اعظم اور تدوینِ فقہ

مولانا محمد شکیل مصباحی بریلوی

امام احمد رضا اکیڈمی
صالح نگر، رام پور روڈ، بریلی شریف (یوپی)

601/

امام اعظم علیہ الرحمہ کے عظیم کارنامہ پر ایک تاریخی دستاویز

امام اعظم
اور
تدوین فقہ

از

مولانا محمد شکیل مصباحی بریلوی

ایم۔اے،عربک (علیگ)

استاد، جامعہ نوریہ رضویہ، بریلی شریف

تقسیم کار

مکتبہ ام کلثوم

نزد فاطمہ ہسپتال، جگت پور

پرانا شہر، بریلی

(جملہ امور بحق مصنف محفوظ ہیں)

نام کتاب	:	امام اعظم اور تدوین فقہ
نام مصنف	:	حافظ وقاری مولانا محمد شکیل مصباحی، ایم، اے، عربک (علیگ)
نظر ثانی	:	سیدی، مرشدی، حضرت العلام، الحاج، الشاہ، المفتی محمد تحسین رضا خاں صاحب قبلہ علیہ الرحمہ
نوٹ	:	حضرت نے نظرِ ثانی فرما کر تقریظ تحریر فرمائی مگر افسوس ہزار ہا افسوس کہ آپکی حیاتِ مبارکہ میں کتاب طبع نہ ہو سکی۔
پروف ریڈر	:	مولانا قاری محمد یٰسین رضا صاحب
سیٹنگ وڈیزائننگ	:	واجد حسین۔ گرافکس ڈزائنر، (مارکس پرنٹرس، ربڑی ٹولہ، بریلی)
فرسٹ ایڈیشن	:	فروری ۲۰۰۸ء
تعداد	:	گیارہ سو (۱۱۰۰)
قیمت	:	Rs.60=00

(حسب فرمائش)

محترمہ اہلیہ، مولانا ایوب رضوی علیہ الرحمۃ وحافظ وقاری محمد اظفر ایوب رضوی صاحب

ملنے کے پتے:

❁ سنی رضوی سوسائٹی، انٹرنیشنل، ماریشس ❁ مکتبہ ام کلثوم، نزد فاطمہ ہسپتال، جگت پور، پرانا شہر، بریلی ❁ اعلحضرت دارالکتب ❁ قادری بکڈپوا ❁ مکتبۃ المصطفٰے ❁ برکاتی بکڈپو، اسلامیہ مارکیٹ، نومحلہ مسجد، بریلی ❁ مکتبۂ مشرق، کانکر ٹولہ، بریلی ❁ مکتبۂ رضویہ رحمانیہ، سوداگران، بریلی ❁ دارالعلوم نوری سنی سینٹر، طیبہ گیسٹ ہاؤس، پہاڑ گنج، جے پور، راجستھان ❁ کتب خانہ امجدیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی، نمبر-6

فہرست مضامین

عناوین	صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
انتساب	۷	محارب بن دثار	۲۸
عرض مصنف	۸	حماد بن ابی سلمان فقیہ عراق	۲۸
تقریظ جلیل	۱۰	سلیمان بن مہران معروف باعمش	۲۸
تقریظ جمیل	۱۱	سلمہ بن کہیل	۲۸
مختصر تمہید	۱۳	ابواسحاق سبعی	۲۸
امام اعظم ابوحنیفہ	۱۵	سماک بن حرب	۲۹
نام ونسب	۱۵	عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود	۲۹
القاب	۱۵	ہشام بن عروہ بن زبیر	۲۹
ولادت باسعادت	۱۵	تلامذہ	۳۰
کنیت کی وضاحت	۱۶	تصانیف	۳۱
وجہ تسمیہ	۱۶	فقہ اکبر	۳۱
تعلیم وتربیت	۱۷	توصیفی کلمات	۳۴
شرف تابعیت	۲۴	امام مالک	۳۴
اساتذہ	۲۵	حضرت عبداللہ بن مسعود	۳۴
حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ	۲۶	حفص بن غیاث	۳۴
حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق	۲۷	مسعر بن کدام	۳۴
امام شعبی	۲۷	امام ابویوسف	۳۴

عناوین	صفحہ نمبر	عناوین	صفحہ نمبر
آٹے کے مطالبے پر طلاق اور اسکا حل	۱۳۸	میاں بیوی کے درمیان جھگڑا اور اسکا حل	۱۴۰
قسم اور اس کا حل	۱۳۹	کنایات	۱۴۳

محترم قارئین:

حضرت مولانا محمد ایوب رضوی علیہ الرحمہ

(خلیفہء حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ)

کی روح کو ایصال ثواب فرما کر

ممنون فرمائیں۔

انتساب

الحمد للہ: میں اپنی اس حقیر کاوش کو منبع علم و حکمت، سرچشمۂ رشد و ہدایت، بانی فقہ **امام اعظم ابو حنیفہ** رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے معنون کرتے ہوئے فخر محسوس کرتا ہوں جنہوں نے فقہ حنفی کی بنیاد ڈال کر قوم مسلم پر احسان عظیم فرمایا۔

اور اپنی والدہ ماجدہ **ام کلثوم** کے نام جنکی دعاؤں، شفقتوں اور روحانی فیض سے میں اس حقیر خدمت کے لائق ہوا۔

قارئین کرام ایصال ثواب فرما کر مشکور فرمائیں۔

عرض مصنف

اہل علم و اصحاب قلم پر یہ حقیقت پنہاں نہیں کے تصنیف و تالیف کی وادیاں کس قدر پر خار اور دشوار تر ہیں، مزید برآں مجھ جیسے کم علم و بے بضاعت انسان کے لئے، لیکن اللہ کے بھروسے اور بزرگوں کے سہارے قلم اٹھایا اور بفضل اللہ منزل تک رسائی ہوئی۔

میں نے یہ مقالہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں ایک تقابلی سیمینار میں شرکت کے لئے تحریر کیا تھا، الحمدللہ جملہ مساہمین میں اول پوزیشن حاصل ہوئی اور فرسٹ پرائز (First Prize)، دل میں اسی وقت سے اشاعت کی آرزو انگڑائی لے رہی تھی مگر تدریسی و غیر تدریسی مصروفیات، زمانے کے حوادثات اور قلت وسائل کے باعث ٹال مٹول ہوتی رہی البتہ جذبۂ شوق برقرار رہا۔

یہ مقالہ پچاس صفحات پر مشتمل تھا مگر اب جب اشاعت کا پختہ ارادہ ہوا تو میں نے اس میں کچھ اضافہ کیا جو موجودہ شکل میں آپکے ہاتھوں میں ہے۔

ممکن تھا دیگر بہت ساری کتب و مقالات کی طرح یہ بھی طاق نسیاں کا شکار ہو جاتا لیکن میں محترمہ **سیدہ** (اہلیہ مولانا ایوب رضوی) اور ان کے لائق بیٹے محترم حافظ **محمد اظفر ایوب رضوی** صاحب (ڈائرکٹر سنی رضوی سوسائٹی) کا تہہ دل سے ممنون و مشکور ہوں کہ

انہوں نے بروقت ہمت افزائی کی اور محترمہ نے اپنے زوج مکرم، شوہر معظم اور محترم نے اپنے والدگرامی حضرت **علامہ مولانا محمد ایوب رضوی** (خلیفۂ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ) کی روح کی تازگی، درجات کی بلندی، قبر و حشر کی آسانی اور اللہ و رسول کی رضاو خوشنودی کے لئے اس کی نشرو اشاعت میں بھرپور تعاون کیا، اللہ عزوجل موصوف کی قبر پر رحمت و نور کی موسلا دھار بارش برسائے اور ان حضرات کو شادو آباد رکھے، ان کی عمر میں برکتیں عطا فرمائے، ان کے چہروں کو قیامت کے دن تروتازہ فرمائے اور دینی و ملی خدمات کے لئے انہیں مزید عزم و حوصلہ عطا فرمائے۔ آمین

میں نے اس کتاب کی تحقیق و تدقیق، تہذیب و تنقیح میں اپنی بساط کے مطابق غایت درجہ جدوجہد کی ہے مگر پھر بھی الانسان مرکب من الخطأ والنسیان کے تحت اگر آپ کو کسی بھی طرح کی کوئی خامی نظر آئے تو برائے کرم آگاہ کرنے کی زحمت فرمائیں تاکہ آئندہ اسے درست کیا جاسکے۔

شکریہ

۷۸۶

تقریظ جلیل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عزیز وافر تمیز مولانا **محمد شکیل** صاحب کا مرتبہ مقالہ (امام اعظم اور تدوین فقہ) میں نے جستہ جستہ مقامات سے پڑھا جو امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان کے حالات زندگی، تقوی شعاری اور مسائل شرعیہ کی تحقیق و تدقیق کے بارے میں معتبر و مستند کتابوں سے جمع کیا ہے۔

میرے خیال میں یہ رسالہ نہایت کارآمد اور مفید ہے۔ اپنے موضوع اور اس کے متعلقات پر بھرپور معلومات کا خزانہ ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ سلیس زبان میں پر مغز معلومات جمع کر دی گئی ہیں جس سے عالم و متعلم دونوں مستفید ہو سکتے ہیں اور فقہ حنفی کے رموز و اسرار سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ مولائے کریم مولانا محمد شکیل سلمہ کی اس خدمت کو قبول عام و بقائے دوام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔

تحسین رضا غفرلہ

نزیل ماریشش

5/7/2005

۷۸۶

تقریظ جلیل

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

عزیز وافر تمیز مولانا **محمد شکیل** صاحب کا مرتبہ مقالہ (امام اعظم اور تدوین فقہ) میں نے جستہ جستہ مقامات سے پڑھا جو امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ والرضوان کے حالات زندگی، تقوی شعاری اور مسائل شرعیہ کی تحقیق و تدقیق کے بارے میں معتبر و مستند کتابوں سے جمع کیا ہے۔

میرے خیال میں یہ رسالہ نہایت کارآمد اور مفید ہے۔ اپنے موضوع اور اس کے متعلقات پر بھرپور معلومات کا خزانہ ہے۔ اس کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ سلیس زبان میں پر مغز معلومات جمع کر دی گئی ہیں جس سے عالم و متعلم دونوں مستفید ہو سکتے ہیں اور فقہ حنفی کے رموز و اسرار سے خاطر خواہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ مولائے کریم مولانا محمد شکیل سلمہ کی اس خدمت کو قبول عام و بقائے دوام عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

تحسین رضا غفرلہ

نزیل ماریشش

5/7/2005

تقریظ جمیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداو مصلیا و مسلما

سراج الامۃ، کاشف الغمۃ، امام اعظم ابو حنیفۃ علیہ الرحمۃ و الرضوان نے تدوین فقہ کا جو بے مثال کارنامہ انجام دیا ہے دنیا قیامت تک اس کی ممنون رہے گی۔ حضرت سیدنا امام شافعی رضی اللہ تعالی عنہ نے اسی حقیقت کا اعتراف یوں فرمایا ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں۔

- اس تدوین کا سبب کیا ہوا؟
- تدوین فقہ کی بنیاد کن دلائل پر رکھی گئی؟
- احکام شرعیہ کا استخراج کس طور پر ہوا؟
- اس میں کس قدر احتیاط برتی گئی؟
- امام اعظم اور آپ کے تلامذہ کا فقہی مقام کتنا ارفع و بلند تر تھا؟

یہ اور اس طرح کے دوسرے عناوین پر زیر نظر کتاب میں روشنی ڈالی گئی ہے۔

اس کے مؤلف ہیں محب محترم مولانا **محمد شکیل** مصباحی بریلوی دام مجدھم۔ یہ برصغیر کی مشہور درسگاہ دار العلوم اشرفیہ مبارکپور ضلع اعظم گڑھ سے ۱۴۱۳ھ میں فارغ ہوئے اور اس کے بعد مسلسل جامعہ نوریہ رضویہ میں تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ ماشاء اللہ مولانا موصوف بہترین حافظ و

قاری بھی ہیں۔ فی الحال یہ ماریشس میں مقیم ہیں اور بندگان خدا کی قیادت و امامت اور رشد و ہدایت کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مولانا نے اپنی یہ تالیف مجھے یہیں پیش کی جسے متعدد مقامات سے مطالعہ کیا۔ اور کچھ ضروری اصلاحات بھی کیں، یہ کتاب مولانا نے اخیر دور طالب علمی میں ایک سیمینار کے مقالے کی حیثیت سے ترتیب دی تھی اب اس میں کچھ اضافہ بھی کر دیا ہے۔ کتاب کے مطالعہ سے معلومات میں ان شاء اللہ تعالی قیمتی اضافہ ہوگا اور امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالی علیہ کی حیات و خدمات سے آگاہی ہوگی۔

دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی مولانا موصوف کی یہ کاوش قبول فرمائے۔ اور ان کو مزید دینی، تحریری خدمات کی توفیق رفیق بخشے اور ان کے فیض کو عام و تام بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین علیہ وعلی آلہ وصحبہ وازواجہ الصلوۃ والتسلیم۔

محمد نظام الدین الرضوی

خادم، درس وافتاء دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور

نزیل ماریشس

تمہید

الحمد للمتوحد بجلاله المتفرد
وصلاته دوما علی خیر الانام محمد

یہ امر روز روشن سے زیادہ عیاں ہے کہ حضور سید عالم ﷺ اور آپکے صحابۂ کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد دین اور علوم دین کی حفاظت، ملی قیادت، امت کی اصلاح اور انکی مذہبی رہنمائی علمائے کرام وفقہائے عظام کو تفویض ہوئی اور ان حضرات نے اس خصوص میں دین کی خوب خوب آبیاری کی اور اپنی جدوجہد اور اخلاص وللّٰہیت کے ذریعہ دینی تعلیمات کی نشرواشاعت میں مثالی کردار ادا کیا، ایسے ہی یکتائے روزگار اور نادر الوجود افراد میں سے امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی ہے جنہوں نے اپنے علم وفکر، تدبیر وتدبر، فضل وکمال، فقہ وحدیث، مناظرہ ومباحثہ کے ذریعہ نمایاں خدمات انجام دیں، انہیں نمایاں خدمات میں سے آپکی حیات طیبہ کا سب سے عظیم الشان اور تاقیام قیامت باقی رہنے والا کارنامہ قانون اسلامی کی تدوین ہے جس نے آپکو اسلامی تاریخ میں لازوال عظمت عطا کی ہے، اسلامی علوم وفنون مثلاً تفسیر وحدیث اور مغازی کا آغاز اگرچہ اسلام کے ساتھ ساتھ ہوا، لیکن جس وقت تک ان کو مستقل فن کی حیثیت حاصل نہیں ہوئی وہ کسی خاص شخصیت کی طرف

منسوب نہیں ہوئے۔دوسری صدی کے اوائل میں تدوین وترتیب شروع ہوئی اور جن لوگوں نے ترتیب وتدوین کی وہ ان علوم کے بانی کہلائے، چنانچہ بانی فقہ کا لقب امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کو ملا جو درحقیقت اس لقب کے سزاوار تھے۔ موصوف کی اس روشن خدمت، زریں کارنامہ پر قلم اٹھانے سے قبل ضروری سمجھتا ہوں کہ آپ کی حیات مبارکہ کے کچھ اہم گوشے نذر قارئین کر دئے جائیں تا کہ وہ اس ہمہ جہت وعالمگیر شخصیت سے بخوبی واقف ہوسکیں۔

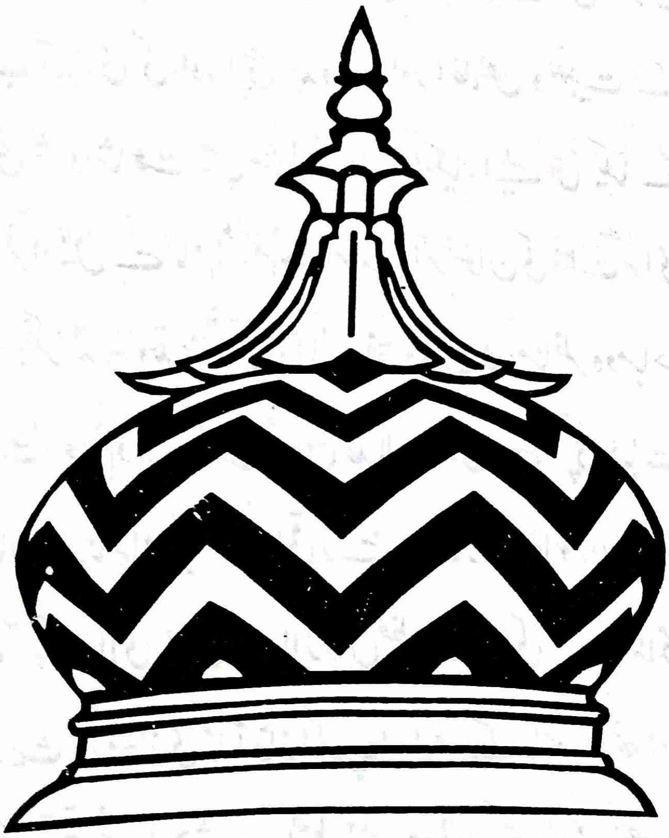

امام اعظم ابوحنیفہ

نام ونسب: نام،نعمان۔کنیت،ابوحنیفہ۔والد کا نام ثابت ہے۔

القاب: امام اعظم،امام الائمہ،سراج الأمہ،رئیس الفقہاء والمجتہدین،سید الأولیاء والمحدثین۔آپ کے دادا اہل کابل سے تھے۔سلسلۂ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے۔

نعمان بن ثابت بن مرزبان زوطی بن ثابت بن یزدگرد بن شہریار بن پرویز بن نوشیرواں۔

شرح تحفۃ نصائح کے بیان کے مطابق آپ کا سلسلۂ نسب حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوۃ والتسلیم تک پہونچتا ہے اور پھر حضور سید عالم ﷺ سے آپ کا نسب مل جاتا ہے۔

خطیب بغدادی نے سیدنا حضرت امام اعظم کے پوتے حضرت اسمعیل بن حماد سے نقل کیا ہے کہ میں اسمعیل بن حماد بن نعمان بن مرزبان از اولاد فرس احرار ہوں۔اللہ کی قسم! ہم پر کبھی غلامی نہیں آئی۔

ولادت باسعادت: حضرت اسمٰعیل بن حماد کا قول ہے کہ میرے دادا حضرت ابوحنیفہ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی،انکے والد حضرت ثابت چھوٹی عمر میں حضرتِ علی مرتضی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی خدمت میں حاضر کئے گئے،آپ نے انکے اور انکی اولاد کے لئے برکت کی دعا کی۔اور ہم اللہ سے امید رکھتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰ کی دعا ہمارے حق مٰیں قبول کرلی گئی ہے۔

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی۔

دوسری روایت جو حضرت امام ابو یوسف سے ہے اس میں ۷۰ھ ہے۔ علامہ کوثری نے ۷۰ھ کو دلائل وقرائن سے ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ ۸۷ھ میں اپنے والد کے ساتھ حج کو گئے اور وہاں حضرت عبداللہ بن الحارث سے ملاقات ہوئی اور حدیث سنی۔ ۷۰ھ کو ابن حبان نے بھی صحیح بتایا ہے۔

کنیت کی وضاحت: آپکی کنیت ابوحنیفہ کے سلسلہ میں متعدد اقوال ہیں جن میں سے دو قول درج ذیل ہیں۔

❁ چونکہ عرب دوات کو حنیفہ کہتے ہیں اور کوفہ کی جامع مسجد میں وقف کی چارسو دواتیں طلبہ کے لئے ہمیشہ وقف رہتی تھیں۔ امام اعظم کا حلقۂ درس وسیع تھا اور آپکے ہر شاگرد کے پاس الگ الگ دوات رہتی تھی، لہٰذا آپ کو ابوحنیفہ کہا گیا۔

❁ صاحب ملت حنیفہ، یعنی ادیان باطلہ سے اعراض کرکے حق کی طرف پورے طور پر مائل رہنے والا۔

وجہ تسمیہ: وجہ تسمیہ یہ بیان کی جاتی ہے کہ نعمان لغت عرب میں خون کو کہتے ہیں جس پر مدار حیات ہے۔ نیک فالی کے طور پر یہ نام رکھا گیا۔ آپ نے شریعت اسلامیہ کے وہ اصول مرتب کئے جو مقبول خلائق ہوئے اور شریعت مطہرہ کی ہمہ گیری کا ذریعہ بنے۔ یہاں تک کہ امام شافعی قدس سرہ نے بھی آپ کی علمی شوکت و فقہی جلالت شان کو دیکھ کر فرمایا۔

اَلنَّاسُ فِی الْفِقْهِ عَیَالُ اَبِیْ حَنِیْفَةَ

فقہ میں سب لوگ امام اعظم ابوحنیفہ کے محتاج ہیں۔

تعلیم وتربیت: حضرت امام اعظم کے بچپن کا زمانہ فتنوں سے بھرا تھا۔شہنشاہ عبد الملک بن مروان کی طرف سے مشہور زمانہ ستمگر حجاج بن یوسف عراق کا گورنر تھا۔ چونکہ پیشوایان مذہب ائمہ وقت حجاج کی چیرہ دستیوں سے خوش نہیں تھے۔اس لئے یہی لوگ اس کے مظالم کے زیادہ نشانہ تھے۔فقہاء ومحدثین اگرچہ علم فقہ وعلم حدیث کی تعلیم وتدریس میں مصروف تھے مگر پورا عراق حجاج کے مظالم سے بے اطمینانی کی حالت میں تھا۔حضرت امام اعظم اپنے ابتدائی دور میں آبائی پیشہ تجارت (Business) میں مصروف رہے۔اور کپڑے کا ایک کارخانہ قائم کر لیا تھا۔مسلمانوں کی خوش بختی کہ ۹۵ھ میں حجاج اور ۹۶ھ میں ولید بن عبد الملک مر گئے۔اوراس کی جگہ سلیمان بن عبدالملک تخت نشین ہوا۔سعادت ازلی نے اسکی رہنمائی کی کہ اس نے حضرت عمر بن عبد العزیز کو اپنا مشیر خاص (Special Advisor) بنایا اور مرتے وقت اپنے بعد حضرت عمر بن عبد العزیز کوولی عہد کر گیا۔یہ ۹۹ھ میں فوت ہوا۔اور حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے مسند خلافت کو زینت بخشی تو انہوں نے جہاں ملک کی سیاسی (Political) انتظامی بدعنوانیوں کا ازالہ کیا وہیں احادیث نبویہ وقضایا

صحابہ کی تلاش وجستجو، جمع وتدوین اور نشر واشاعت پر خصوصی توجہ دی۔

اسی دور میں حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں تحصیل علم کا شوق پیدا ہوا۔ اور اس پر محرک یہ واقعہ بھی ہوا۔ حضرت امام اعظم ایک دن بازار جا رہے تھے۔ راستے میں حضرت شعبی کا گھر پڑتا تھا حضرت امام اعظم انکے مکان سے گزرے تو امام شعبی نے انکو بلایا اور پوچھا کس سے پڑھتے ہو انہوں نے جواب دیا کسی سے نہیں۔ امام شعبی نے فرمایا تم میں استعداد کے جوہر نظر آرہے ہیں۔ علماء کے پاس بیٹھا کرو اس نصیحت نے ان کے دل میں گھر کر لیا پھر پوری توجہ اور اہتمام سے تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

ابتداء حضرت امام اعظم کی توجہ علم کلام پر تھی علم کلام سے مراد آج کا موجودہ علم کلام نہیں بلکہ اس عہد میں مذہبی بنیادی اختلافات پر قرآن وحدیث سے صحیح موقف کی حمایت اور غلط نظریہ کی تردید مراد ہے۔ لیکن حضرت امام نے دیکھا کہ مسلمانوں کے عوام وخواص، حکام وقضاۃ اور زہاد سب کو جس چیز کی ضرورت ہے وہ فقہ ہے۔

ایک دن ایک عورت آئی اور اس نے حضرت امام سے یہ پوچھا کہ سنت کے طریقے پر طلاق دینے کی کیا صورت ہے یہ خود نہ بتا سکے اس سے کہا کہ حضرت حماد سے جا کر پوچھ لے اور وہ جو بتائیں مجھے آکر بتا دینا۔ حضرت حماد کا گھر قریب ہی تھا۔ تھوڑی ہی دیر میں یہ عورت واپس آئی اور حضرت حماد کے جواب کو بتایا۔

حضرت امام اعظم فرماتے ہیں اس سے مجھے بہت غیرت ہوئی اور اٹھا حضرت حماد کے یہاں حاضر ہوا اور ان سے فقہ حاصل کرنے لگا۔

کوفہ آپ کے عہد پاک میں فقہائے عراق کا گہوارہ تھا۔ اس کے برخلاف بصرہ مختلف فرقوں اور اصول اعتقاد میں بحث ومجادلہ کرنے والوں کا گڑھ تھا۔ کوفہ کا یہ علمی ماحول بذات خود بڑا اثر آفریں تھا۔ خود فرماتے ہیں۔ میں علم وفقہ کی کان کوفہ میں سکونت پذیر تھا اور اہل کوفہ کا جلیس وہم نشیں رہا۔ پھر فقہاء کوفہ میں ایک فقیہ کے دامن سے وابستہ ہو گیا۔

ان فقیہ سے مراد حضرت حماد بن ابی سلیمان ہیں جو اس وقت جامع مسجد کوفہ میں مسند درس و تدریس پر متمکن تھے اور یہ درسگاہ باقاعدہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد پاک سے چلی آرہی تھی۔

اس مبارک شہر میں ایک ہزار پچاس صحابۂ کرام آکر آباد ہو گئے۔ جن میں ستر اصحاب بدر اور تین سو بیعت رضوان کے شرکاء تھے۔ جس برج میں یہ نجوم ہدایت اکٹھے ہوں اسکی ضوفشانیاں کہاں تک ہونگی اس کا اندازہ ہر ذی فہم کرسکتا ہے۔

اس کا نتیجہ یہ تھا کہ کوفہ کا ہر گھر علم کے انوار سے جگمگا رہا تھا۔ ہر ہر گھر دار الحدیث اور دار العلوم بن گیا تھا۔ حضرت امام اعظم جس عہد میں پیدا ہوئے اس وقت کوفہ میں حدیث وفقہ کے وہ ائمہ مسند تدریس کی زینت تھے جن میں ہر شخص اپنی اپنی جگہ آفتاب ومہتاب تھا۔ کوفہ کی یہ خصوصیت صحاح ستہ کے مصنفین کے عہد

تک بھی باقی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری کو اتنی بار کوفہ جانا پڑا کہ وہ اسے شمار نہیں کر سکے۔اور صحاح ستہ کے اکثر شیوخ کوفہ کے ہیں۔

اس وقت کوفہ میں مندرجہ ذیل مشاہیر ائمہ موجود تھے۔

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق، امام عامر شعبی، سلمہ بن کہیل، ابواسحاق سبیعی، سماک بن حرب، محارب بن دثار، عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، ہشام بن عروہ بن زبیر، سلیمان بن مہران اعمش، حماد بن ابی سلیمان فقیہ عراق۔

سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابہ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کوفہ ہی میں تھے۔

کوفہ کو مرکز علم وفضل بنانے میں ایک ہزار پچاس صحابہ کرام نے جو کیا وہ تو کیا ہی اصل فیض حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا ہے۔ حضرت ابن مسعود کو حضرت فاروق اعظم نے کوفہ کا قاضی اور وہاں کے بیت المال کا منتظم بنایا تھا، اسی عہد میں انہوں نے کوفہ میں علم وفضل کے دریا بہائے۔

اسرار الانوار میں ہے کہ کوفہ میں ابن مسعود کی مجلس میں بیک وقت چار ہزار افراد حاضر ہوتے۔ایک بار حضرت علی کوفہ تشریف لائے اور حضرت ابن مسعود ان کے استقبال کے لئے آئے تو سارا میدان آپ کے تلامذہ سے بھر گیا۔ انہیں دیکھ کر حضرت علی نے خوش ہو کر فرمایا، ابن مسعود! تم نے کوفہ کو علم وفقہ سے بھر دیا، تمہاری بدولت یہ شہر مرکز علم بن گیا۔

پھر اس شہر کو باب مدینۃ العلم حضرت علی نے اپنے روحانی و عرفانی فیض سے ایسا سینچا کہ چودہ سو سال گزرنے کے باوجود پوری دنیا کے مسلمان اس سے سیراب ہو رہے ہیں۔ خواہ علم حدیث ہو یا علم فقہ۔ اگر کوفہ کے راویوں کو ساقط الاعتبار کر دیا جائے تو پھر صحاح ستہ صحاح ستہ نہ رہ جائینگی۔

امام شعبی نے فرمایا، صحابہ میں چھ قاضی تھے، ان میں تین مدینے میں تھے۔ عمر، ابی بن کعب، زید۔ اور تین کوفے میں علی، ابن مسعود، ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین۔

امام مسروق نے کہا، میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا ان میں چھ کو منبع علم پایا، عمر، علی، ابن مسعود، زید، ابودرداء، ابی ابن کعب۔ اُس کے بعد دیکھا تو ان چھ حضرات کا علم ان دو میں مجتمع پایا، علی اور ابن مسعود۔ ان دونوں کا علم مدینے سے بادل بن کر اٹھا اور کوفے کی وادیوں پر برسا۔ ان آفتاب و ماہتاب نے کوفے کے ذرے ذرے کو چمکا دیا۔

حضرت عمر نے اس شہر کو راس الاسلام، راس العرب، جمجمۃ العرب، رمح اللہ اور کنز الایمان کہا۔

حضرت سلمان فارسی نے قبۃ الاسلام کا لقب دیا۔

حضرت علی نے کنز الایمان، جمجمۃ الاسلام، رمح اللہ، سیف اللہ فرمایا۔

امام اعظم نے امام حماد کے حلقۂ تلامذہ میں شرکت اس وقت کی جب

آپکی عمر بیس سال سے متجاوز ہوگئی تھی اور آپ اٹھارہ سال تک انکی خدمت میں فقہ حاصل کرتے رہے۔ درمیان میں آپ نے دوسرے بلاد کا سفر بھی فرمایا، حج بیت اللہ کیلئے بھی حرم شریف میں حاضری کا موقع ملا۔ اس طرح آپ ہر جگہ علم کی تلاش میں رہے اور تقریباً چار ہزار مشائخ سے علم فقہ و حدیث حاصل کیا اور پھر اپنے استاذ حضرت حماد کی مسند درس پر جلوس فرمایا۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ امام حماد کا وصال ۱۲۰ھ میں ہوا، لہٰذا انکے وصال کے وقت امام اعظم کی عمر چالیس سال تھی۔ گویا جسم و عقل میں کامل ہونے کے بعد آپ نے چالیس سال کی عمر میں مسند درس کو رونق بخشی۔

آپ کو پہلے بھی اس چیز کا خیال آیا تھا کہ میں اپنی درسگاہ علیحدہ قائم کر لوں مگر تکمیل کی نوبت نہ آئی۔ آپکے شاگرد امام زفر فرماتے ہیں۔

امام اعظم ابوحنیفہ نے اپنے استاذ حضرت حماد سے وابستگی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: میں دس سال آپکی صحبت میں رہا، پھر میرا جی حصول اقتدار کیلئے للچایا تو میں نے الگ اپنا حلقہ جمانے کا ارادہ کرلیا۔ ایک روز میں پچھلے پہر نکلا اور چاہا کہ آج یہ کام کر ہی لوں، مسجد میں قدم رکھا اور شیخ حماد کو دیکھا تو ان سے علیحدگی پسند نہ آئی اور انکے پاس ہی آکر بیٹھ گیا۔ اسی رات حضرت حماد کو اطلاع ملی کہ بصرہ میں ان کا کوئی عزیز فوت ہوگیا ہے، بڑا مال چھوڑا اور حماد کے سوا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے۔ آپنے اپنی جگہ مجھے بٹھایا، جیسے ہی وہ تشریف لے گئے میرے پاس چند

ایسے مسائل آئے جو میں نے آج تک ان سے نہ سنے تھے، میں جواب دیتا جاتا اور اپنے جوابات لکھتا جاتا تھا۔ جب حضرت حماد واپس تشریف لائے تو میں نے وہ مسائل پیش کئے، یہ تقریبا ساٹھ (60) مسائل تھے، چالیس سے تو آپ نے اتفاق کیا لیکن بیس میں میرے خلاف جواب دئے۔ میں نے اسی دن یہ طے کرلیا کہ تاحین حیات ان کا ساتھ نہ چھوڑ ونگا، لہٰذا میں اسی عہد پر قائم رہا اور تا زندگی آپکے دامن سے وابستہ رہا۔

غرضکہ آپ چالیس (40) سال کی عمر میں کوفہ کی جامع مسجد میں اپنے استاذ کی مسند پر متمکن ہوئے اور اپنے تلامذہ کو پیش آمدہ مسائل کے جوابات کا درس دینا شروع کیا۔ آپ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ سے مسائل اخذ واستنباط فرماتے، جہاں کتاب وسنت سے استنباط ممکن نہ ہوتا وہاں ارشاد باری (فاعتبروا یاأولی الأبصار) کے پیش نظر عقل سلیم کی مدد سے اشباہ وامثال پر قیاس فرماتے اس طرح آپ نے اولیں فقہی مسلک کی داغ بیل ڈالی جو آگے چل کر حنفی مذہب کے نام سے مشہور ہوا۔

آپنے علمی دراسات کے ذریعہ ان اصحاب کرام کے فتاوٰی تک رسائی حاصل کی جو اجتہاد واستنباط، ذہانت وفطانت اور جودت رائے میں اپنی مثال آپ تھے۔

ایک دن آپ منصور کے دربار میں تشریف لے گئے، وہاں عیسی بن موسی بھی موجود تھا۔ اس نے منصور سے کہا، یہ اس عہد کے سب سے بڑے عالم دین

ہیں، منصور نے امام اعظم کو مخاطب کر کے کہا :

نعمان! آپ نے علم کہاں سیکھا، فرمایا، حضرت ابن عمر کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عمر سے۔ نیز شاگردان علی سے انہوں نے حضرت علی سے، اسی طرح تلامذۂ ابن مسعود سے۔ بولا، آپ نے بڑا قابل اعتماد علم حاصل کیا۔

شرف تابعیت : امام اعظم قدس سرہ کو متعدد صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے شرف ملاقات بھی حاصل تھا۔ آپ کے تمام انصاف پسند تذکرہ نگار اور مناقب نویس اس بات پر متفق ہیں اور یہ وہ خصوصیت ہے جو ائمہ اربعہ میں کسی کو حاصل نہیں بلکہ بعض نے تو صحابہ کرام سے روایت کا بھی ذکر کیا ہے۔

علامہ ابن حجر ہیتمی مکی لکھتے ہیں :

امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو پایا۔ آپکی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی، اس وقت کوفہ میں صحابہ کرام کی ایک جماعت تھی۔ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی کا وصال ۸۸ھ کے بعد ہوا۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت بصرہ میں موجود تھے اور ۹۵ھ میں وصال فرمایا۔ آپ نے انکو دیکھا ہے۔ ان حضرات کے سوا دوسرے بلاد میں دیگر صحابہ کرام بھی موجود تھے۔ جیسے

حضرت واثلہ بن اسقع شام میں۔ وصال ۸۵ھ

حضرت سہل بن سعد مدینہ میں۔ وصال ۸۸ھ

حضرت ابوالطفیل عامر بن واثلہ مکہ میں۔ وصال سنہ ۱۱۰ھ

یہ تمام صحابہ کرام میں آخری ہیں جنکا وصال دوسری صدی میں ہوا۔ اور امام اعظم نے سنہ ۹۳ھ میں انکو حج بیت اللہ کے موقع پر دیکھا۔

علامہ کوثری کی صراحت کے مطابق امام اعظم نے پہلا حج سنہ ۸۷ھ میں سترہ سال کی عمر میں کیا اور دوسرا ۹۶ھ میں ۲۶ سال کی عمر میں۔ اور متعدد صحابہ کرام سے شرف ملاقات حاصل ہوا۔ درمختار میں بیس اور خلاصہ اکمال میں چھبیس صحابہ کرام سے ملاقات ہونا بیان کی گئی ہے۔

بہر حال اتنی بات متحقق ہے کہ صحابہ کرام سے ملاقات ہوئی اور آپ بلاشبہ تابعی ہیں اور اس شرف میں اپنے معاصرین واقران مثلاً امام سفیان ثوری، امام اوزاعی، امام مالک اور امام لیث بن سعد پر آپکو فضیلت حاصل ہے۔

اساتذہ : گزشتہ صفحہ میں آپ نے بطور ایجاز واختصار پڑھا کہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے کثیر مشائخ واساتذہ سے علم فقہ وحدیث حاصل کیا جن میں سے بعض کے اسماء یہ ہیں :-

عطا بن ابی رباح، حماد بن ابی سلیمان، سلیمان بن مہران اعمش، امام عامر شعبی، عکرمہ مولی ابن عباس، ابن شہاب زہری، نافع مولی ابن عمر، یحیی بن سعید انصاری، عدی بن ثابت انصاری، ابوسفیان بصری، ہشام بن عروہ، سعید بن مسروق، علقمہ بن مرثد، حکم بن عیینہ، ابواسحاق بن سبعی، سلمہ بن کہیل، ابوجعفر محمد

بن علی، عاصم بن ابی الخود، علی بن اقمر، عطیہ بن سعید عوفی، عہد الکریم ابوامیہ، زیاد بن علاقہ، سلیمان مولی ام المومنین میمونہ، سالم بن عبداللہ۔

چونکہ احادیث فقہ کی بنیاد ہیں اور کتاب اللہ کے معانی ومطالب کے فہم کی بھی اساس ہیں لہٰذا امام اعظم نے حدیث کی تحصیل میں بھی انتھک کوشش فرمائی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ حدیث کا درس شباب پر تھا۔ تمام بلاد اسلامیہ میں اس کا درس زور وشور سے جاری تھا اور کوفہ تو اس خصوص میں ممتاز تھا۔ کوفہ کا یہ وصف خصوصی امام بخاری کے زمانہ میں بھی اس عروج پر تھا کہ خود امام بخاری فرماتے ہیں، میں کوفہ اتنی بار حصول حدیث کے لئے گیا کہ شمار نہیں کرسکتا۔

امام اعظم نے حصول حدیث کا آغاز بھی کوفہ ہی سے کیا۔ کوفہ میں کوئی ایسا محدث نہ تھا جس سے آپ نے حدیث اخذ نہ کی ہو۔ ابوالمحاسن شافعی نے فرمایا:

ترانوے وہ مشائخ ہیں جو کوفہ میں قیام فرماتھے یا کوفے تشریف لائے جن سے امام اعظم نے حدیث اخذ کی۔ ان میں اکثر تابعی تھے۔

مذکورہ بالا سطور میں آپ اجمالاً امام اعظم کے کچھ مشائخ وائمہ کا تذکرہ پڑھ چکے، اب بعض حضرات کی وفیات کی ترتیب پر قدرے تفصیل ملاحظہ فرمائیں۔

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ: سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اس وقت صحابۂ کرام میں سے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کوفے ہی میں تھے۔ جن کی زیارت سے حضرت امام اعظم مشرف ہوئے۔ ان کا وصال ۸۷ھ میں ہوا۔ حضرت امام اعظم کو ان کی حیات مبارکہ کے سترہ سال نصیب ہوئے۔

حضرت ابراہیم نخعی فقیہ عراق: فقہ کے ساتھ ساتھ علم حدیث کے مسلم الثبوت امام ہیں۔ متعدد صحابہ کرام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ان کا خطاب صیر فی الحدیث تھا (یعنی کھری کھوٹی احادیث پرکھنے والا)۔

ابن شعیب نے کہا کہ بصرہ، کوفہ، حجاز، شام میں ابراہیم سے زیادہ علم والا کوئی نہ تھا۔ حسن بصری، ابن سیرین، ان سے اعلم نہیں تھے۔ انتقال پر حضرت شعبی نے کہا کہ انہوں نے اپنے بعد کسی کو اپنے سے زیادہ علم والا نہیں چھوڑا۔

ابو المثنی نے کہا کہ علقمہ حضرت ابن مسعود کے فضل وکمال کے نمونہ تھے اور ابراہیم نخعی تمام علوم میں علقمہ کے آئینہ ہیں جو حضرت علقمہ کے بعد ان کے جانشین ہوئے اور فقیہ العراق کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ۵۰ھ میں پیدا ہوئے ۹۶ھ میں وصال فرمایا۔ حضرت امام اعظم کو چھبیس سال ان کا زمانہ نصیب ہوا۔

امام شعبی: متوفی ۱۰۴ھ یا ۱۰۶ھ پانچ سو صحابہ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ ایک بار حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے مغازی کا درس دیتے ہوئے ان کو دیکھا تو فرمایا، واللہ یہ اس فن کو مجھ سے اچھا جانتے ہیں۔

محارب بن دثار: متوفی سنہ ۱۱۶ھ حضرت ابن عمر اور حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہے یہ کوفے کے قاضی بھی تھے۔ ائمہ حدیث ان کے مداح اور ان کو ثقہ تسلیم کرتے تھے۔

حماد بن ابی سلیمان فقیہ عراق: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث سنی اور بڑے بڑے ائمہ تابعین سے ان کو تلمذ کا شرف حاصل تھا۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جو متوارث علوم چلے آرہے تھے ان کے یہی وارث تھے۔ امام شعبہ مسعر وغیرہ انھیں کے فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے۔ ان کا سنہ ۱۲۰ھ میں وصال ہوا۔ حضرت ابراہیم نخعی کے بعد ان کے مسند پر یہ بیٹھے۔ انہیں بزرگوں کی وجہ سے سفیان بن عیینہ جیسے مسلم الثبوت امام المحدثین یہ فرمایا کرتے تھے مناسک کے لئے مکہ، قرأت کے لئے مدینہ، حرام وحلال کے لئے کوفہ ہے۔

سلیمان بن مہران معروف باعمش: حضرت انس اور حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملاقات کا شرف حاصل تھا۔ مؤخر الذکر سے حدیث بھی روایت کی ہے۔ شعبہ وسفیان ثوری کے استاذ ہیں۔ ان کی پیدائش سنہ ۵۹ھ یا سنہ ۶۰ھ میں ہوئی اور وصال سنہ ۱۴۵ھ یا سنہ ۱۴۷ھ یا سنہ ۱۴۸ھ میں ہوا۔

سلمہ بن کہیل: جندب بن عبداللہ ابن ابی اوفی، ابو طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور بہت سے صحابہ سے حدیثیں روایت کی ہیں۔ کثیر الروایت اور صحیح الروایت بھی تھے۔

ابواسحق سبعی: ۳۸ صحابہ سے احادیث روایت کی ہیں۔ جن میں مشاہیر یہ ہیں۔ عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، ابن زبیر، نعمان بن بشیر، زید بن ارقم۔

علی بن المدینی نے کہا کہ ابو اسحٰق کے شیوخ حدیث کی تعداد تین سو ہے۔

سماک بن حرب: اسی (۸۰) صحابہ سے ملاقات کا ان کو شرف حاصل ہے۔ امام سفیان ثوری نے کہا کہ ان سے کبھی حدیث میں غلطی نہیں ہوئی۔

عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود: حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر رضی تعالیٰ عنہم سے حدیثیں روایت کی ہیں نہایت ثقہ اور پرہیز گار تھے۔

ہشام بن عروہ بن زبیر: حواری رسول اللہ حضرت زبیر کے پوتے تھے۔ سفیان ثوری، امام مالک، ابن عیینہ ان کے تلمیذ تھے۔ ان کی جلالتِ شان متفق علیہ ہے۔

کوفہ کے علاوہ مکہ معظّمہ اور مدینہ طیبہ میں آپ نے ایک زمانہ تک علم حدیث حاصل فرمایا، چونکہ آپ نے پچپن حج کیے اس لئے ہر سال حرمین شریفین زادھما اللہ شرفاً وتعظیماً میں حاضری کا موقع ملتا تھا اور آپ اس سنہرے موقع پر دنیائے اسلام سے آنے والے مشائخ سے اکتساب علم کرتے تھے۔

حضرت عکرمہ کا قیام بھی مکہ مکرمہ میں تھا، یہ جلیل القدر صحابہ کے تلمیذ ہیں۔ حضرت علی، حضرت ابو ہریرہ، ابو قتادہ، ابن عمر اور ابن عباس کے تلمیذ خاص ہیں۔ ستر (70) مشاہیر ائمہ تابعین انکے تلامذہ میں داخل ہیں۔ امام اعظم نے ان سے بھی حدیث کی تعلیم حاصل کی۔

مدینہ طیبہ میں سلیمان مولی ام المومنین میمونہ اور سالم بن عبداللہ سے

احادیث سنیں۔ انکے علاوہ دوسرے حضرات سے بھی اکتساب علم کیا۔

بصرہ کے تمام مشاہیر سے اخذ علم فرمایا، یہ شہر حضرت انس بن مالک کی وجہ سے مرکز حدیث بن گیا تھا۔ امام اعظم کی آمد و رفت یہاں کثرت سے تھی۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپکی ملاقات بصرہ میں بھی ہوئی اور آپ جب کوفہ تشریف لائے اس وقت بھی۔

غرض کہ امام اعظم کے مشائخ میں صحابہ سے لیکر کبار تابعین اور مشاہیر محدثین تک ایک عظیم جماعت داخل ہے۔ جن کی تعداد چار ہزار (4000) تک بیان کی گئی ہے۔

تلامذہ : آپ سے علم فقہ و حدیث حاصل کرنے والے بے شمار ہیں۔ جن کی صحیح تعداد معین کرنا محال تو نہیں البتہ مشکل ضرور ہے۔ ان کی تفصیل کے لئے تو دفتر درکار ہے۔ صرف اسماء کی فہرست کیلئے سیکڑوں صفحات چاہئے۔ قارئین کرام کی آنکھوں کی ٹھنڈک، قلبی سکون اور ذہنی اطمینان کیلئے کچھ مشاہیر تلامذہ کے اسماء سپرد قرطاس ہیں :-

امام ابو یوسف، امام محمد بن حسن شیبانی، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام مالک، امام عبد اللہ بن مبارک، امام زفر بن ہذیل، امام داؤد طائی، فضیل بن عیاض، ابراہیم بن ادہم، بشر بن الحارث حافی، ابو سعید یحی بن زکریا کوفی ہمدانی، علی بن

مسعر کوفی، حفص بن غیاث، حسن بن زناد، مسعر بن کدام، نوح بن دراج نخعی، ابراہیم بن طہران، اسحاق بن یوسف ازرق، اسد بن عمرو، قاضی عبدالرزاق، ابو نعیم، حمزہ بن حبیب الزیات، ابو یحیٰ حمانی، عیسیٰ بن یونس، یزید بن زریع، وکیع بن جراح، ہیثم، حکام بن یعلی رازی، خارجہ بن مصعب، عبد الحمید بن ابی داؤد، مصعب بن مقدام، یحییٰ بن یمان، لیث بن سعد، ابو عصمہ بن مریم، ابو عبدالرحمٰن مقری، ابو عاصم وغیرہم۔

یہ تلامذہ تین قسم کے تھے :

❁ وہ جن کی شہرت صرف فقہ میں ہوئی ان کی تعداد اتنی زیادہ ہے کہ ان کا کوئی شمار نہیں۔ جیسے امام ابو یوسف، امام محمد، امام زفر رحمہم اللہ عزوجل وغیرہ۔

❁ وہ جن کی شہرت بحیثیت محدث ہوئی ان کی بھی تعداد ہزاروں ہے۔ مثلاً امام عبداللہ بن مبارک، امام داؤد طائی، ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہم وغیرہ

❁ وہ جو دونوں حیثیت سے ممتاز ہوئے۔ جیسے امام مالک، امام حماد بن ابی حنیفہ، امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

تصانیف : امام اعظم نے کلام وعقائد، فقہ واصول اور آداب واخلاق پر کتابیں تصنیف فرمائیں جن کی اجمالی جھلک نذر قارئین ہے۔

❁ **فقہ اکبر** :- اہلسنت وجماعت کے عقائد پر مشتمل ایک رسالہ ہے جو بہت متداول ومتعارف ہے۔ اس کی متعدد شرحیں بھی لکھی گئی ہیں۔ مگر ان تمام

شرحوں میں سب سے زیادہ مشہور شرح حضرت ملا علی قاری کی ہے۔ جو بآسانی ہر جگہ ملتی ہے۔ حضرت بحر العلوم فرنگی محلی کی بھی ایک فارسی شرح ہے جو چھپ گئی ہے۔

❁ **العالم والمتعلم** : اس میں سوال وجواب کے طرز پر بڑے حسین پیرائے میں مسائل ذکر کئے گئے ہیں، اس کا ذکر پاکستان کے ایک محقق نے اپنے تحقیقی مقالہ (امام اعظم ابوحنیفہ) میں تفصیل سے کیا ہے۔

❁ **كتاب السير** ❁ **الكتاب الأوسط**

❁ **الفقه الأبسط** ❁ **كتاب الرد على القدرية**

❁ **رسالة الامام ابى عثمان التيمى فى الأرجاء**

❁ **كتاب الراى** : اسے ابن العوام نے ذکر کیا ہے۔

❁ **كتاب اختلاف الصحابة** : اسے ابوعاصم عامری اور سعود بن شیبہ نے ذکر کیا ہے۔

❁ **كتاب الجامع** : اسے عباس بن مصعب نے تاریخ "مرو" میں ذکر کیا ہے۔

❁ **مكتوب الوصايا**۔

واضح رہے کہ احادیث کو محفوظ کرنا پہلی منزل ہے، پھر انکی روایت و اشاعت دوسرا درجہ۔ اور آخری منزل ان احادیث سے مسائل اعتقادیہ وعملیہ کا استنباط ہے۔ اس منزل میں آکر غایت احتیاط کی ضرورت پڑتی ہے۔ امام اعظم

نے کتنی روایات محفوظ کی تھیں آپ پڑھ چکے کہ اس وقت کی تمام مرویات آپ کے پیش نظر تھیں۔ پھران سب کو روایت نہ کرنے کی وجہ استنباط واستخراج مسائل میں مشغولیت تھی۔

اب آخری منزل جو خاص احتیاط کی تھی اسکے سبب تمام روایات صحائف میں ثبت نہ ہوسکیں کہ ان کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ جو معمول بہا تھیں ان کو املا کرایا اورانہیں سے تدوین فقہ میں کام لیا۔

فقہ حنفی میں بظاہر جو تقلیل روایت نظر آتی ہے اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کثیر مقامات پر احادیث بصورت مسائل ذکر کی گئی ہیں۔ امام اعظم نے احادیث وآثار کو حسب موقع بصورت افتاء ومسائل نقل فرمایا ہے۔ جس سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ کہنے والے کا خود اپنا قول ہے حالانکہ وہ کسی روایت سے حاصل شدہ حکم ہوتا ہے حتی کہ بعض اوقات بعینہ روایت کے الفاظ ہوتے ہیں۔

امام اعظم کا یہ طریقہ خود اپنا نہیں تھا بلکہ ان بعض اکابر صحابہ کا تھا جو روایت حدیث میں غایت احتیاط سے کام لیتے تھے، وہ ہر جگہ صریح طور پر حضور کی طرف نسبت کرنے سے احتراز کرتے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی طرف کسی قول کی صراحۃ نسبت کرنے میں ان کی نظر حضور کے اس فرمان کی طرف رہتی تھی کہ:

من کذب علیّ متعمّدا فلیتبوّأ مقعده من النّار.

جو مجھ پر قصداً جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔

لہذا کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم سے شعوری یا غیر شعوری طور پر انتساب میں کوتاہی ہو جائے اور ہم اس وعید شدید کے سزاوار ٹھہریں۔

توصیفی کلمات: امام اعظم کی جلالت شان اور علمی وعملی کمالات کو آپکے معاصرین واقران، محدثین وفقہاء، مشائخ وصوفیاء، تلامذہ واساتذہ سب نے تسلیم کیا اور بیک زبان بے شمار حضرات نے آپکی برتری وفضیلت کا اعتراف کیا ہے۔ فقہ و حدیث دونوں میں آپکی علوشان کی گواہی دینے میں بڑے بڑوں نے بھی کبھی کوئی جھجک محسوس نہیں کی، چند حضرات کے تاثرات کی ایک جھلک ملاحظہ کیجئے۔

❁ **امام مالک** سے امام شافعی نے متعدد محدثین کا حال پوچھا، اخیر میں امام ابوحنیفہ کو دریافت کیا تو فرمایا: سبحان اللہ! وہ عجیب ہستی کے مالک تھے، میں نے انکا مثل نہیں دیکھا۔

❁ **حضرت عبداللہ بن مسعود** کے پوتے حضرت قاسم فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ کی مجلس سے زیادہ فیض رساں اور کوئی مجلس نہیں۔

❁ **حفص بن غیاث** نے کہا: امام ابوحنیفہ جیسا ان احادیث کا عالم میں نے نہ دیکھا جو احکام میں صحیح اور مفید ہوں۔

❁ **مسعر بن کدام** کہتے تھے، مجھے صرف دو آدمیوں پر رشک آتا ہے، ابوحنیفہ پر ان کی فقہ کی وجہ سے، اور حسن بن صالح پر ان کے زہد کی وجہ سے۔

❁ **امام ابو یوسف** فرماتے ہیں: میں نے ابوحنیفہ سے بڑھ کر حدیث

کے معانی اور فقہی نکات جاننے والا کوئی شخص نہیں دیکھا۔ جس مسئلہ میں غور و خوض کرتا تو امام اعظم کا نظریہ اخروی نجات سے زیادہ قریب پاتا۔ میں آپ کیلئے اپنے والد سے پہلے دعا مانگتا ہوں۔

❁ **امام شافعی فرماتے ہیں:** تمام لوگ فقہ میں امام ابو حنیفہ کے محتاج ہیں، امام ابو حنیفہ ان لوگوں میں سے تھے جن کو فقہ میں موافقت حق عطا کی گئی۔

❁ **یزید بن ہارون فرماتے ہیں:** امام ابو حنیفہ متقی، پرہیزگار، زاہد، عالم، زبان کے سچے اور اپنے زمانہ کے سب سے بڑے حافظ تھے، میں نے انکے معاصرین پائے سب کو یہ ہی کہتے سنا: ابو حنیفہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا۔

❁ **فضیل بن عیاض نے فرمایا:** ابو حنیفہ ایک فقیہ شخص تھے اور فقہ میں معروف، انکی رات عبادت میں گذرتی، بات کم کرتے، ہاں جب مسئلہ حلال و حرام کا آتا تو حق بیان فرماتے، صحیح حدیث ہوتی تو اسکی پیروی کرتے خواہ صحابہ و تابعین سے ہو ورنہ قیاس کرتے اور اچھا قیاس کرتے۔

❁ **علی بن ہاشم نے کہا:** ابو حنیفہ علم کا خزانہ تھے، جو مسائل بڑوں پر مشکل ہوتے آپ پر آسان ہوتے۔

❁ **خارجہ بن معصب نے کہا:** فقہاء میں ابو حنیفہ مثل چکّی کے پاٹ کے محور ہیں، یا ایک ماہر صراف (Jeweller) کے مانند ہیں جو سونے کو پرکھتا ہے۔

❁ **عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں:** میں نے حسن بن عمارہ کو دیکھا کہ

وہ امام ابوحنیفہ کی رکاب پکڑے ہوئے کہہ رہے تھے، قسم بخدا! میں نے فقہ میں تم سے اچھا بولنے والا، صبر کرنے والا اور تم سے بڑھکر حاضر جواب نہیں دیکھا، بیشک تمہارے دور میں جس نے فقہ میں لب کشائی کی تم اسکے بلا قیل وقال آقا ہو۔ جو لوگ آپ پر طعن کرتے ہیں وہ حسد کی بنا پر کرتے ہیں۔

❁ مدینہ منورہ میں **حضرت امام باقر** سے ملاقات ہوئی، ایک صاحب نے تعارف کرایا، فرمایا: اچھا آپ وہی ہیں جو قیاس کر کے میرے جد کریم کی احادیث رد کرتے ہیں۔ عرض کیا : معاذ اللہ! کون رد کرسکتا ہے۔ حضور اگر اجازت دیں تو کچھ عرض کروں۔ اجازت کے بعد عرض کیا :

حضور مرد ضعیف ہے یا عورت؟ ارشاد فرمایا : عورت۔

عرض کیا : وراثت میں مرد کا حصہ زیادہ ہے یا عورت کا؟

فرمایا : مرد کا۔

عرض کیا : میں قیاس سے حکم کرتا تو عورت کو مرد کا دونا حصہ دینے کا حکم دیتا۔

پھر عرض کیا : نماز افضل ہے یا روزہ؟

فرمایا : نماز۔

عرض کیا : قیاس یہ چاہتا ہے کہ حائضہ (Mensuration) پر نماز کی قضا بدرجۂ اولٰی ہونی چاہئے، اگر قیاس سے حکم کرتا تو یہ حکم دیتا کہ حائضہ نماز کی قضا کرے۔

پھر عرض کیا : منی کی ناپاکی شدید تر ہے یا پیشاب کی ؟

فرمایا : پیشاب کی۔

عرض کیا : قیاس کرتا تو پیشاب کے بعد غسل کا حکم بدرجۂ اولی دیتا۔

اس پر امام باقر اتنا خوش ہوئے کہ اٹھکر پیشانی چوم لی۔ اسکے بعد ایک مدت تک حضرت امام باقر کی خدمت میں رہکر فقہ وحدیث کی تعلیم حاصل کی۔

❁ **امام جعفر صادق** نے فرمایا : یہ ابو حنیفہ ہیں اور اپنے شہر کے سب سے بڑے فقیہ ہیں۔

انتقال پر ملال : بنی امیہ کے خاتمے کے بعد سفاح پھر منصور نے اپنی حکومت جمانے اور لوگوں کے دلوں میں اپنی ہیبت بٹھانے کے لئے وہ وہ مظالم کئے جو تاریخ کے خونی اوراق میں کسی سے کم نہیں۔ منصور نے خصوصیت کے ساتھ سادات پر جو مظالم ڈھائے ہیں وہ سلاطینِ عباسیہ کی پیشانی کا بہت بڑا بدنما داغ ہیں۔ اسی خونخوار نے حضرت محمد بن ابراہیم دیباج کو دیوار میں زندہ چنوادیا۔ آخر تنگ آمد بجنگ آمد۔ ان مظلوموں میں سے حضرت محمد نفس ذکیہ نے مدینہ طیبہ میں خروج کیا۔ ابتداء ان کے ساتھ بہت تھوڑے لوگ تھے۔ بعد میں بہت بڑی فوج تیار کرلی۔ حضرت امام مالک نے بھی ان کی حمایت کا فتویٰ دے دیا۔ نفس ذکیہ بہت شجاع (Brave) فن جنگ کے ماہر، قوی وطاقتور تھے۔ مگر اللہ عزوجل کی شان بے نیازی کہ جب منصور سے مقابلہ ہوا تو ۱۴۵ھ میں دادمرداں دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔

ان کے بعد ان کے بھائی ابراہیم نے خلافت کا دعوی کیا۔ ہر طرف سے ان کی حمایت ہوئی۔ خاص کوفے میں لگ بھگ لاکھ (1,00000) آدمی ان کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو گئے۔ بڑے بڑے ائمہ، علماء اور فقہاء نے ان کا ساتھ دیا۔ حتی کہ حضرت امام اعظم نے بھی ان کی حمایت کی بعض مجبوریوں کی وجہ سے جنگ میں شریک نہ ہو سکے جس کا ان کو مرتے دم تک افسوس رہا۔ مگر مالی امداد کی۔ لیکن نوشتۂ تقدیر کو کون بدلے۔ ابراہیم کو بھی منصور کے مقابلے میں شکست ہوئی اور ابراہیم بھی شہید ہو گئے۔

ابراہیم سے فارغ ہو کر منصور نے ان لوگوں کی طرف توجہ کی جن لوگوں نے ان کا ساتھ دیا تھا۔ ۱۴۶ھ میں بغداد کو دارالسلطنت (Capital) بنانے کے بعد منصور نے حضرت امام اعظم کو بغداد بلوایا۔ منصور انھیں شہید کرنا چاہتا تھا۔ مگر جواز قتل کے لئے بہانہ کی تلاش تھی۔ اسے معلوم تھا کہ حضرت امام میری حکومت کے کسی عہدے (Post) کو قبول نہ کریں گے۔ اس نے حضرت امام اعظم کی خدمت میں عہد قضا پیش کیا۔ امام صاحب نے یہ کہہ کر انکار فرمادیا کہ میں اس کے لائق نہیں۔ منصور نے جھنجھلا کر کہا تم جھوٹے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا کہ اگر میں سچا ہوں تو ثابت کہ میں عہدۂ قضا کے لائق نہیں، جھوٹا ہوں تو بھی عہدۂ قضا کے لائق نہیں اس لئے کہ جھوٹے کو قاضی بنانا جائز نہیں۔ اس پر بھی منصور نہ مانا اور قسم کھا کر کہا کہ تم کو قبول کرنا پڑیگا۔ امام صاحب نے بھی قسم کھائی کہ ہرگز نہیں

قبول کروں گا۔ ربیع نے غصے سے کہا ابوحنیفہ تم امیر المومنین کے مقابلے میں قسم کھاتے ہو۔ امام صاحب نے فرمایا، ہاں یہ اس لئے کہ امیر المومنین کو قسم کا کفارہ ادا کرنا بہ نسبت میرے زیادہ آسان ہے۔ اس پر منصور نے جُز بُز (Angry) ہوکر حضرت امام کو قید خانے میں بھیج دیا۔ اس مدت میں منصور حضرت امام کو بلا کا اکثر علمی مذاکرات کرتا رہتا تھا۔ منصور نے حضرت امام اعظم کو قید تو کر دیا مگر وہ ان کی طرف سے مطمئن ہرگز نہ تھا۔ بغداد چونکہ دار السلطنت تھا۔ اس لئے تمام دنیائے اسلام کے علماء، فقہاء، امراء، تجار، عوام، خواص بغداد آتے تھے حضرت امام کا غلغلہ پوری دنیا میں گھر گھر پہنچ چکا تھا۔ قید نے انکی عظمت اور اثر کو بجائے کم کرنے کے اور زیادہ بڑھا دیا۔ جیل خانے ہی میں لوگ جاتے اور ان سے فیض حاصل کرتے۔ حضرت امام محمد اخیر وقت تک قید خانے میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ منصور نے جب دیکھا کہ یوں کام نہیں بنا تو خفیہ زہر (Poision) دلوادیا۔ جب حضرت امام کو زہر کا اثر محسوس ہوا تو خالق بے نیاز کی بارگاہ میں سجدہ کیا سجدے ہی کی حالت میں روح پرواز کرگئی۔ ع

جتنی ہو قضا ایک ہی سجدے میں ادا ہو

تجہیز و تدفین :- وصال کی خبر بجلی کی طرح پورے بغداد میں پھیل گئی۔ جو سنتا بھاگا ہوا چلا آتا۔ قاضی بغداد عمارہ بن حسن نے غسل دیا۔ غسل دیتے جاتے اور یہ کہتے جاتے تھے واللہ! تم سب سے بڑے فقیہ، سب سے بڑے عابد، سب سے بڑے زاہد تھے۔ تم میں تمام خوبیاں جمع تھیں۔ تم نے اپنے جانشینوں کو مایوس کر دیا

ہے کہ وہ تمہارے مرتبے کو پہونچ سکیں۔ غسل سے فارغ ہوتے ہوتے جم غفیر اکٹھا ہو گیا۔ پہلی بار نماز جنازہ میں پچاس ہزار (50000) کا مجمع شریک تھا۔ اس پر بھی آنے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔ چھ بار نماز جنازہ ہوئی۔ اخیر میں حضرت امام کے صاحب زادے، حضرت حماد نے نماز جنازہ پڑھائی۔ عصر کے قریب دفن کی نوبت آئی۔

حضرت امام نے وصیت کی تھی کہ انہیں خیزران کے قبرستان میں دفن کیا جائے اس لئے کہ یہ جگہ غصب کردہ نہیں تھی۔ اسی کے مطابق اس کے مشرقی حصے میں مدفون ہوئے۔ دفن کے بعد بھی بیس دن تک لوگ حضرت امام کی نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ دنیا ایسے قبول عام کی مثال پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اس وقت ائمہ محدثین وفقہاء موجود تھے۔ جن میں بعض حضرات امام کے استاد بھی تھے۔ سب کو حضرت امام کے وصال کا بے اندازہ غم ہوا۔ مکہ معظمہ میں ابن جریج تھے۔ انہوں نے وصال کی خبر سنکر انا للہ و انا الیہ راجعون پڑھا اور کہا۔ بہت بڑا عالم چلا گیا۔ بصرہ کے امام اور خود حضرت امام کے استاذ امام شعبہ نے بہت افسوس کیا اور فرمایا، کوفے میں اندھیرا ہو گیا۔ امیر المومنین فی الحدیث حضرت عبداللہ بن مبارک وصال کی خبر سنکر بغداد حاضر ہوئے۔ جب امام کے مزار پر پہونچے، روتے جاتے تھے اور کہتے جاتے تھے، ابوحنیفہ! اللہ عزوجل تم پر رحمت برسائے، ابراہیم گئے تو اپنا جانشین چھوڑ گئے، حماد نے وصال کیا تو تمہیں

اپنا جانشین چھوڑا، تم گئے تو پوری دنیا میں کسی کو اپنا جانشین نہیں چھوڑا۔

حضرت امام کا مزار پُر انوار اس وقت سے لے کر آج تک مرجع عوام و خواص ہے۔ حضرت امام شافعی نے فرمایا، میں امام ابوحنیفہ کے توسل سے برکت حاصل کرتا ہوں۔ روزانہ ان کے مزار کی زیارت کو جاتا ہوں۔ جب کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ان کے مزار کے پاس دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کرتا ہوں تو مراد پوری ہونے میں دیر نہیں لگتی۔ جیسا کہ شیخ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

اعلم انه لم یزل العلماء و ذوو الحاجات یزورزن قبره و یتوسلون عنده فی قضاء حوائجهم و یرون نجح ذلک منهم الامام الشافعی رحمه الله تعالی انتهی.

جان لو کہ علماء و اصحاب حاجات امام صاحب کی قبر کی زیارت کرتے رہے اور قضاء حاجات کے لئے آپ کو وسیلہ پکڑتے رہے اور ان حاجتوں کا پورا ہونا دیکھتے رہے ہیں۔ ان علماء میں سے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔

سلطان الپ ارسلاں سلجوقی نے ۴۵۹ھ میں مزار پاک پر ایک عالیشان قبہ بنوایا۔ اور اس کے قریب ہی ایک مدرسہ بھی بنوایا۔ یہ بغداد کا پہلا مدرسہ تھا۔ نہایت شاندار، لاجواب عمارت بنوائی۔ اس کے افتتاح کے موقع پر بغداد کے تمام علماء و عمائد کو مدعو کیا۔ یہ مدرسہ ''مشہد ابوحنیفہ'' کے نام سے مشہور ہے۔ مدت تک قائم رہا۔ اس مدرسہ سے متعلق ایک مسافر خانہ بھی تھا۔ جس میں قیام کرنے

والوں کو علاوہ اور سہولتوں کے کھانا بھی ملتا تھا۔ بغداد کا مشہور ''دار العلوم نظامیہ'' اس کے بعد قائم ہوا۔ حضرت امام کا وصال ستر (۷۰) سال کی عمر میں شعبان کی دوسری تاریخ کو ۱۵۰ھ میں ہوا۔

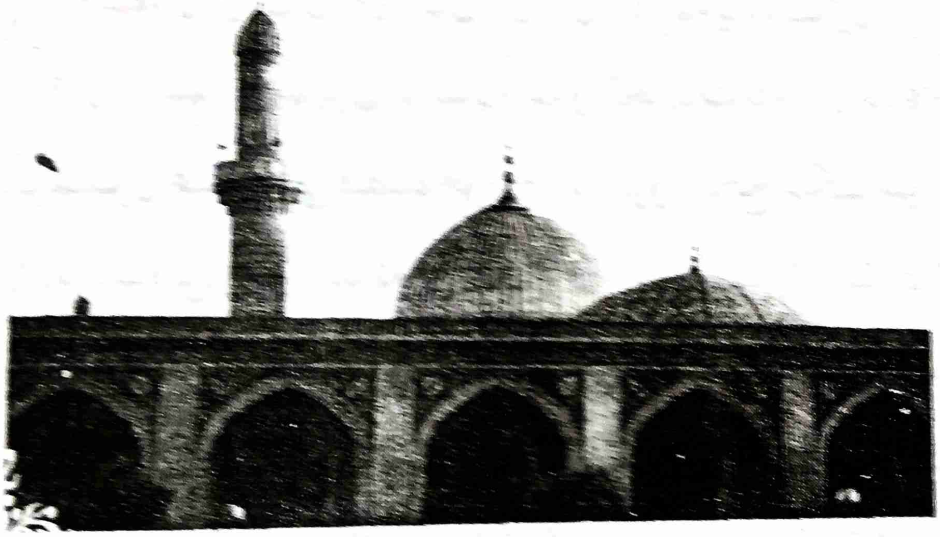

تدوین فقہ

چونکہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی زندگی کا سب سے عظیم کارنامہ فقہ ہی ہے، اس لئے آپ کی پر عظمت و باوقار شخصیت سے متعارف ہونے کے بعد فقہ کی تدوین وغیرہ سے متعلق معلومات ہدیۂ ناظرین ہیں جنکا اجمالی خاکہ اس طرح ہے:-

❁ فقہ کی تعریف ❁ فقہ اور اس کی عظمت ❁ فقہ کی مختصر تاریخ ❁ ضرورت تدوین ❁ کیفیت تدوین ❁ تدوین ❁ نقشۂ تدوین ❁ مجلس تدوین فقہ کے ارکان ❁ دررِ تدوین میں فقہ حنفی کی کتابیں ❁ تدوین کا فائدہ۔

تعریف فقہ

لغوی معنی: الفقه حقيقة، الشق والفتح ، والفقيه العالم الذى يشق الاحكام ويفتش عن حقائقها ويفتح ما استغلق منها

فقہ کے لغوی معنی کسی شئ کو کھولنا اور واضح کرنا ہے، فقیہ اس عالم کو کہتے ہیں جو احکام شرعیہ کو واضح کرے اور ان کی حقائق کا سراغ لگائے اور مغلق و پیچیدہ مسائل کو واضح کرے۔ا

الفقه، لغة، العلم بالشئ، ثم خص بعلم الشريعة

فقہ کے لغوی معنی کسی چیز کو جاننا ہے پھر یہ علم شریعت کے ساتھ خاص

ہو گیا۔۲

فقِه الشئ (من ،س) فِقهًا، فهمه ، کسی چیز کا جاننا اور سمجھنا۔ وفقُہ (من،ك) فقاهة، علم ، و كان فقيها ،فقیہ ہونا،علم میں غالب ہونا۔۳

من ذلك قوله تعالیٰ " فمالهؤلاء القوم لايكادون يفقهون حديثا"

(سورۂ نساء، پارہ ۵، رکوع ۸)

ترجمہ: تو ان لوگوں کو کیا ہوا، کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

ولقد ذرأنا لجهنم كثيرا من الجن والانس لهم قلوب لايفقهون بها" ترجمہ: اور بیشک ہم نے جہنم کے لئے پیدا کئے بہت سے جن اور آدمی وہ دل رکھتے ہیں جن میں سمجھ نہیں (سورۂ اعراف، پارہ ۹، رکوع ۱۲)

اصطلاحی معنی: اصطلاح اہل شرع میں فقہ کی مشہور تعریف یہ ہے۔

الفقه هو العلم بالاحكام الشرعية الفرعية عن ادلتها التفصيلية ، کہ فقہ احکام شرعیہ فرعیہ کے اس علم کو کہتے ہیں جو احکام کی ادلۂ تفصیلیہ سے حاصل ہو۔

احکام فرعی: وہ ہیں جن کا تعلق عمل سے ہوتا ہے۔

احکام اصلی: وہ ہیں جن کا تعلق اعتقاد سے ہوتا ہے۔

احکام کی ادلۂ مفصلہ چار ہیں:

۲۔ در مختار، غایۃ السعایہ ص ۱۰ اشرف الہدایہ ص ۱۰

۳۔ اقرب الموارد، فقہی پہیلیاں ص ۱۹/۱۸

❀ قرآن پاک ❀ حدیث رسول ﷺ ❀ اجماع ❀ قیاس۔

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: الفقہ معرفۃ النفس مالھا وما علیھا یعنی علم فقہ نفس اور اس پر طاری ہونے والی کیفیات کے معلوم کرنے کا نام ہے۔[۴]

فقہ اور اس کی عظمت۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ارشاد فرماتا ہے فلولا نفر من کل فرقۃ منھم طائفۃ لیتفقھوا فی الدین۔ (سورۂ توبہ، پارہ ۱۱، رکوع ۴)

ترجمہ : تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کریں۔

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے "من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین" کہ حق تعالیٰ جس بندہ کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے تفقہ فی الدین یعنی دین کی فقاہت اور صحیح سمجھ عطا فرماتا ہے۔

نیز آپ نے ارشاد فرمایا: فقیہ واحد اشدّ علی الشّیطان من الف عابد کہ ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

کیونکہ عابد کی عبادت بلا بصیرت ہوتی ہے اس لئے شیطان پر بہت آسان ہے کہ وہ اس کو گمراہی کے گڈھے میں ڈھکیل دے اور شکوک وشبہات کے جال میں پھنسا دے، امام شافعی کی طرف منسوب ہے آپ فرماتے ہیں:

۴۔ توضیح، ص ۳۰

العلم علمان، علم الفقه للأديان وعلم الطب للابدان وماوراء ذالك بلغة مجلس۔

کہ سیکھنے کے لائق تو بس دو ہی علم ہیں ایک علم فقہ جس کے بغیر دین کے احکام سے ناواقفیت رہ جاتی ہے اور دوسرا علم طب جس سے صحت انسانی کی تعمیر ہوتی ہے اور بقیہ علوم تو صرف حظ نفس کا ذریعہ ہیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ دو علم ضروری ہیں کہ ان کی تحصیل ہر شخص کیلئے درجۂ وجوب میں ہے، ان کے علاوہ دیگر علوم درجۂ کفایت میں ہیں، یہ مطلب نہیں کہ بقیہ علوم لا طائل اور بے سود ہیں۔

قال الشاعر۔

تفقّه فانّ الفقه افضل قائد الی البرّ والتّقوی واعدل قاصد

هوالعلم الهادی الی سنن الهدی هو الحصن ينجی من جميع الشّدائد

فانّ فقيها واحدا متورّعا اشدّ علی الشّيطان من الف عابد

❁ فقہ ضرور حاصل کر کیونکہ اس سے اعمال صالحہ کی توفیق اور تقوے کی سعادت حاصل ہوتی ہے۔

❁ اور فقہ سے ہدایت کی راہیں فقیہ پر کھل جاتی ہیں اور یہ ایک ایسا مضبوط قلعہ ہے جس کی پناہ میں فقیہ عام تمام حوادث وآفات سے محفوظ ہوجاتا ہے۔

❁ بے شک ایک فقیہ شیطان پر ہزار عابدوں سے زیادہ بھاری ہے۔

علم دین فقہ ست وتفسیر وحدیث   ہر کہ خواند غیر ازیں گردد خبیث

علم دین، فقہ، تفسیر وحدیث ہے جو شخص ان کے ماسوا، ہی پڑھتا ہے خبیث ہو جاتا ہے۔

تاجدار مدینہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں دو قسم کے اصحاب تھے:

❁ ایک وہ جو ہمہ وقت حفظ حدیث اور اس کی روایت میں لگے رہتے تھے مثلاً حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ

❁ دوسرے وہ جو نصوص میں تدبر اور غور وفکر کر کے احکام جزئیہ نکالنے اور استنباط تفقہ پر ہی پوری طرح صرف ہمت کرتے تھے، مثلاً حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ یہ لوگ احادیث کو پوری تثبیت وتحقیق اور مسلمہ قواعد شریعت پر جانچنے کے بعد معمول بہا بناتے تھے جن میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام گرامی سرفہرست ہے۔۵

فقہ کی مختصر تاریخ:- فقہ کی تاریخ پر منبع علم وحکمت، سرچشمۂ رشد وہدایت، رہبر شریعت وطریقت، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک نہایت عمدہ مضمون لکھا ہے جس کا التقاط ہمارے لئے کافی ہے وہ لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں احکام کی قسمیں پیدا نہیں ہوئی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ

۵۔ قرۃ العیون فی تذکرۃ السنون، ص ۸۰ نزہۃ القاری ص ۱۳۲

کرام کے سامنے وضو فرماتے تھے اور کچھ نہ بتاتے تھے، کہ یہ رکن ہے، یہ واجب ہے، یہ مستحب ہے، صحابۂ کرام آپکو دیکھ کر اسی طرح وضو کیا کرتے تھے، نماز کا بھی یہی حال تھا، یعنی صحابہ فرض و واجب وغیرہ کی تفصیل و تدقیق نہیں کیا کرتے تھے، جس طرح رسول اللہ ﷺ کو نماز پڑھتے دیکھا خود بھی پڑھ لی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ "میں نے کسی قوم کو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب سے بہتر نہیں دیکھا، لیکن انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں تیرہ (13) مسائل سے زیادہ نہیں پوچھے (یعنی ایسے مسائل) جنکا ذکر قرآن کریم میں موجود ہے۔

شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اتنا ذکر کر کے سکوت فرمایا ہے، مسائل کی کوئی تفصیل بیان نہیں فرمائی، لیکن ہم تلاش و جستجو کے بعد ان تیرہ مسائل کا ذکر کرتے ہیں، جنکی طرف شاہ ولی اللہ صاحب نے اشارہ کیا ہے اور جنکا ذکر قرآن کریم میں ہے۔

❁ وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ الآية

(سورۂ بقرہ، رکوع ۷، پارہ ۲)

ترجمہ: اور اے محبوب جب تم سے میرے بندے مجھے پوچھیں تو میں نزدیک ہوں

شانِ نزول: صحابۂ کرام کی مقدس جماعت، نورانی قافلہ (جو رشد و ہدایت کے ستارے (Stars)، ہیں) نے جذبۂ عشقِ الٰہی میں سید عالم ﷺ سے

دریافت کیا کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ اس پر نوید قریب سے سرفراز فرما کر بتایا گیا کہ اللہ تعالٰی مکان سے پاک ہے، جو چیز کسی سے مکانی قرب رکھتی ہے وہ اسکے دور والے سے ضرور بُعد رکھتی ہے، اور اللہ تعالٰی سب بندوں سے قریب ہے مکانی کی یہ شان نہیں، منازل قرب میں رسائی بندے کو اپنی غفلت دور کرنے سے میسّر آتی ہے۔

❁ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْأَهِلَّةِ ط قُلْ هِيَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ط

(سورۂ بقرہ، رکوع ۸، پارہ ۲)

ترجمہ: تم سے نئے چاند کو پوچھتے ہیں، تم فرمادو وہ وقت کی علامتیں ہیں لوگوں اور حج کے لئے۔

یہ آیت کریمہ حضرت معاذ بن جبل اور ثعلبہ بن غنم انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما کے جواب میں نازل ہوئی ان دونوں نے دریافت کیا، یا رسول اللہ ﷺ چاند کا کیا حال ہے؟ ابتداء میں بہت باریک نکلتا ہے پھر روز بروز بڑھتا ہے یہاں تک کہ پورا روشن ہو جاتا ہے پھر گھٹنے لگتا ہے اور یہاں تک گھٹتا ہے کہ پہلے کی طرح باریک ہو جاتا ہے ایک حال پر نہیں رہتا۔ اس سوال سے مقصد چاند کے گھٹنے بڑھنے کی حکمتیں دریافت کرنا تھا۔ بعض مفسرین کا خیال ہے کہ سوال کا مقصود چاند کے اختلافات کا دریافت کرنا تھا۔

❁ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ط قُلْ مَا اَنْفَقْتُمْ مِنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَ الْاَقْرَبِيْنَ وَ الْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَ ابْنِ السَّبِيْلِ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ○ (سورۂ بقرہ، رکوع ۱۰، پارہ ۲)

ترجمہ : تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ، قریب کے رشتہ داروں، یتیموں، محتاجوں اور راہ گیر کیلئے ہے۔اور جو بھلائی کرو بیشک اللہ اسے جانتا ہے۔

یہ آیت مقدسہ عمرو بن جموح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جواب میں نازل ہوئی جو بوڑھے شخص تھے اور بڑے مالدار تھے انہوں نے حضور سید عالم ﷺ سے سوال کیا تھا کہ کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں۔اس آیت میں انہیں بتا دیا گیا کہ جس قسم کا اور جس قدر مال قلیل یا کثیر خرچ کرو اس میں ثواب ہے اور مصارف اس کے یہ ہیں جو آیت میں مذکور ہیں۔نیز آیت میں صدقۂ نافلہ کا بیان ہے کیوں کہ ماں باپ کو زکوٰۃ وصدقات واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔

❁ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ط قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ وَ صَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ كُفْرٌ بِهٖ وَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ اِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ (سورۂ بقرہ، رکوع ۱۱، پارہ ۲)

ترجمہ : تم سے پوچھتے ہیں ماہ حرام میں لڑنے کا حکم، تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا، اور مسجد حرام سے

روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا، اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے عبداللہ بن جحش کی سرکردگی میں مجاہدین کی ایک جماعت روانہ فرمائی تھی اس نے مشرکین سے قتال کیا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ روز جمادی الاُخری کا آخر دن ہے مگر درحقیقت چاند انتیس (۲۹) کو ہو گیا تھا اور وہ رجب کی پہلی تاریخ تھی۔ اس پر کفار نے مسلمانوں کو عار دلائی کہ تم نے ماہ حرام میں جنگ کی اور حضور سے اس کے متعلق سوال ہونے لگے، اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ لیکن صحابۂ کرام سے یہ گناہ واقع نہ ہوا کیونکہ انہیں چاند ہونے کی خبر ہی نہ تھی۔ ان کے نزدیک وہ دن ماہ حرام رجب کا نہ تھا۔ نیز ماہ ہائے حرام میں جنگ کی حرمت کا حکم آیت اُقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ سے منسوخ ہو گیا۔

❁ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ اِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا

(سورۃ بقرہ، رکوع ۱۱، پارہ ۲)

ترجمہ : تم سے شراب جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، تم فرما دو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لئے کچھ دنیاوی نفع بھی، اور ان کا گناہ ان کے نفع سے بڑا ہے۔

حضرت علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر شراب (Wine)

کا ایک قطرہ کوئیں میں گر جائے پھر اس جگہ منارہ بنایا جائے تو میں اس پر اذان نہ کہوں اور اگر دریا میں شراب کا قطرہ پڑے پھر دریا خشک ہو اور وہاں گھاس پیدا ہو اس میں اپنے جانوروں کو نہ چراؤں۔ سبحان اللہ گناہ سے کس قدر نفرت ہے۔ اللہ ہمیں ان کا پیروکار بنائے۔

شراب ۳ھ میں غزوۂ احزاب سے چند روز بعد حرام کی گئی۔ اس سے قبل یہ بتایا گیا تھا کہ جوئے اور شراب کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے۔ نفع تو یہی ہے کہ شراب سے کچھ سرور پیدا ہوتا ہے، یا اسکی خرید و فروخت سے تجارتی فائدہ ہوتا ہے اور جوئے میں کبھی مفت کا مال ہاتھ آتا ہے۔ اور گناہوں، فسادات کا کیا شمار ❁ عقل کا زوال ❁ غیرت وحمیت کا زوال ❁ عبادات سے محرومی ❁ لوگوں سے عداوتیں ❁ سب کی نظر میں خوار ہونا ❁ دولت و مال کی اضاعت وغیرہ۔

ایک روایت میں ہے کہ جبرئیل امین نے حضور پرنور سید عالم ﷺ کے حضور میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کو جعفر طیار کی چار خصلتیں پسند ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت جعفر طیار سے دریافت فرمایا، انہوں نے عرض کیا:

❁ ایک تو یہ ہیکہ میں نے شراب کبھی نہیں پی یعنی حرمت کے حکم سے پہلے بھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ میں جانتا تھا کہ اس سے عقل زائل ہوتی ہے اور میں چاہتا تھا کہ عقل اور بھی تیز ہو۔

❁ دوسری خصلت یہ کہ زمانۂ جاہلیت میں بھی میں نے کبھی بت کی پوجا نہیں کی، کیونکہ میں جانتا تھا کہ یہ پتھر ہے نہ نفع دے سکتے نہ ضرر۔

❁ تیسری خصلت یہ ہیکہ میں کبھی زنا میں مبتلا نہیں ہوا کہ اس کو بے غیرتی تصور کرتا تھا۔

❁ چوتھی خصلت یہ کہ میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا کیونکہ میں اس کو کمینہ پن خیال کرتا تھا۔

اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ شطرنج (Chess)، تاش (Playing Card) وغیرہ ہار جیت کے کھیل اور جن پر بازی لگائی جائے سب جوئے میں داخل اور حرام ہیں۔ (تفسیر روح البیان)

❁ وَیَسْئَلُوْنَكَ مَاذَایُنْفِقُوْنَ ط قُلِ الْعَفْوَ ط كَذٰلِكَ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ○

(سورۃ بقرہ، رکوع ۱۱، پارہ ۲)

ترجمہ : تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں، تم فرماؤ جو فاضل بچے۔ اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا ہے کہ کہیں تم دنیا و آخرت کے کام سوچ کر کرو۔

سید عالم ﷺ نے مسلمانوں کو صدقہ دینے کی رغبت دلائی تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ مقدار ارشاد فرمائیں، کتنا مال راہ خدا میں دیا جائے، اس پر

یہ آیت نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن)

❁ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى ۭ قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۭ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

(سورۃ بقرہ، رکوع ۱۱، پارہ ۲)

ترجمہ : اورتم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں، تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے، اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔

جب آیت کریمہ اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰی ظُلْمًا الآیۃ نازل ہوئی تو لوگوں نے یتیموں کے مال جدا کر دئے اور ان کا کھانا پینا علیحدہ کر دیا، اس میں یہ صورتیں بھی پیش آئیں کہ جو کھانا یتیم کیلئے پکایا اور اس میں سے کچھ بچ رہا، وہ خراب ہو گیا، اور کسی کے کام نہ آیا، اس میں یتیموں کا نقصان ہوا۔ یہ صورتیں دیکھ کر حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور سید عالم ﷺ سے عرض کیا کہ اگر یتیم کے مال کی حفاظت کی غرض سے اس کا کھانا اس کے اولیاء اپنے کھانے کے ساتھ ملا لیں تو اس کا کیا حکم ہے؟ اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی اور یتیموں کے فائدے کیلئے ملانے کی اجازت دی گئی۔

❁ وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ۭ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَاۗءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ

(سورۃ بقرہ، رکوع ۱۲، پارہ ۲)

ترجمہ : اورتم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے، تو عورتوں سے حیض کے دنوں الگ رہو، اوران سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں۔

عرب کے لوگ یہود و مجوس کی طرح حائضہ عورتوں سے بہت زیادہ نفرت کرتے تھے، ساتھ کھانا، پینا ایک مکان میں رہنا گوارہ نہ تھا بلکہ شدت یہاں تک پہونچ گئی تھی کہ ان کی طرف دیکھنا اور ان سے کلام کرنا بھی حرام سمجھتے تھے۔ اور نصاری اس کے برعکس حیض کے ایام میں عورتوں کے ساتھ بڑی محبت سے مشغول ہوتے تھے اور اختلاط میں بہت مبالغہ کرتے تھے۔ مسلمانوں نے حضور ﷺ سے حیض کا حکم دریافت کیا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور افراط وتفریط کی راہیں چھوڑ کر اعتدال کی تعلیم فرمائی گئی اور بتادیا گیا کہ حالت حیض میں عورتوں سے مجامعت (Sexual Intercourse) ممنوع ہے۔

❁ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ فِى النِّسَاءِ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِيهِنَّ الآية

(سورۃ نساء، رکوع ۱۶، پارہ ۵)

ترجمہ : اور تم سے عورتوں کے بارے میں فتویٰ پوچھتے ہیں، تم فرمادو کہ اللہ تمہیں ان کا فتویٰ دیتا ہے۔

زمانۂ جاہلیت میں عرب کے لوگ عورت اور چھوٹے بچوں کو میت کے مال کا وارث نہیں قرار دیتے تھے، جب آیت میراث نازل ہوئی تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا عورت اور چھوٹے بچے وارث ہونگے آپ نے ان کو اس

آیت سے جواب دیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا کہ یتیموں کے اولیاء کا دستور یہ تھا کہ اگر یتیم لڑکی مال و دولت کی مالکہ اور حسن و جمال کی ملکہ ہوتی تو اس سے تھوڑے مہر پر نکاح کر لیتے اور اگر حسن و جمال، دولت و مال نہ ہوتا تو اسے چھوڑ دیتے۔ اور اگر حسن صورت نہ رکھتی اور ہوتی مالدار تو اس سے نکاح نہ کرتے اور اس اندیشہ سے دوسرے کے نکاح میں بھی نہ دیتے کہ وہ مال میں حصہ دار ہو جائیگا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ آیات بینات نازل فرما کر انہیں ان عادتوں سے منع فرمایا۔

❁ يَسْتَفْتُوْنَكَ ط قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِى الْكَلٰلَةِ الآية

(سورۃ نساء، رکوع ۴، پارہ ۶)

ترجمہ : اے محبوب تم سے فتوی پوچھتے ہیں۔ تم فرما دو کہ اللہ تمہیں کلالہ (جو اپنے بعد نہ باپ چھوڑے نہ اولاد) کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ وہ بیمار (Sick) تھے تو رسول کریم ﷺ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ عیادت کیلئے تشریف لائے، حضرت جابر بے ہوش تھے، حضور نے وضو فرما کر آب وضوان پر ڈالا، انہیں افاقہ ہوا، آنکھ کھول کر دیکھا تو حضور تشریف فرما ہیں، عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے مال کا کیا انتظام کروں اس پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

(بخاری و مسلم)

❁ يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ الآية

(سورۃ مائدہ، رکوع ۵، پارہ ۶)

ترجمہ : اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کیلئے کیا حلال ہوا تم فرمادو کہ حلال کی گئیں تمہارے لئے پاک چیزیں۔

عدی ابن حاتم اور زید بن مہلہل جن کا نام رسول اللہ ﷺ نے زید الخیر رکھا تھا، ان دونوں صاحبوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم کتے (Dogs) اور باز (Eagle) کے ذریعہ سے شکار کرتے ہیں، تو کیا ہمارے لئے حلال ہے؟ اس پر یہ آیت مقدسہ نازل ہوئی۔

❁ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ الآية

(سورۃ مائدہ، رکوع ۴، پارہ ۷)

ترجمہ : اے ایمان والو ایسی باتیں نہ پوچھو جو تم پر ظاہر کی جائیں تو تمہیں بری لگیں۔

شانِ نزول: بعض لوگ سید عالم ﷺ سے بہت سے بے فائدہ سوال کیا کرتے تھے، یہ خاطر مبارک پر گراں ہوتا تھا، ایک روز فرمایا جو دریافت کرنا ہو دریافت کرو، میں ہر بات کا جواب دونگا، ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرا انجام کیا ہے؟ فرمایا جہنم، دوسرے نے دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ آپ نے اس کے اصلی باپ کا نام بتادیا جسکے نطفہ سے وہ تھا کہ صداقہ ہے، باوجودیکہ اسکی

ماں کا شوہر اور تھا جسکا یہ شخص بیٹا کہلاتا تھا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فرمایا گیا
کہ ایسی باتیں نہ پوچھو جو ظاہر کی جائیں تو تمہیں ناگوار گزریں۔ (تفسیر احمدی)

بخاری و مسلم کی حدیث شریف میں ہے کہ ایک روز سید عالم ﷺ نے
خطبہ دیتے ہوئے فرمایا جسکو جو دریافت کرنا ہو دریافت کرے، عبداللہ بن حذافہ
سہمی نے کھڑے ہو کر دریافت کیا کہ میرا باپ کون ہے؟ فرمایا حذافہ، پھر فرمایا اور
پوچھو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر اقرار ایمان و رسالت کے ساتھ معذرت
پیش کی۔

ابن شہاب کی روایت ہے کہ عبداللہ بن حذافہ کی والدہ نے ان سے
شکایت کی اور کہا کہ تو بہت نالائق بیٹا ہے تجھے کیا معلوم کہ زمانہ جاہلیت کی عورتوں
کا کیا حال تھا، خدانخواستہ تیری ماں سے کوئی قصور ہوا ہوتا تو آج وہ کیسی رسوا ہوتی
اس پر عبداللہ بن حذافہ نے کہا کہ اگر حضور کسی حبشی غلام کو میرا باپ بتا دیتے تو میں
یقین کے ساتھ مان لیتا۔

بخاری شریف کی ایک اور حدیث میں ہے کہ لوگ بطریق استہزاء اس
قسم کے سوال کیا کرتے تھے کوئی کہتا میرا باپ کون ہے؟ کوئی کہتا میری اونٹنی گم ہو
گئی ہے وہ کہاں ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے خطبہ میں
حج فرض ہونے کا بیان فرمایا، اس پر ایک شخص نے کہا کیا ہر سال فرض ہے حضور نے

سکوت فرمایا، سائل نے سوال کی تکرار کی تو ارشاد فرمایا کہ جو میں بیان نہ کروں اس کے در پے نہ ہوا گر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال حج کرنا فرض ہو جاتا اور تم نہ کر سکتے۔

۞ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ؕ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ الآية

(سورۃ انفال، رکوع ۱۵، پارہ ۹)

ترجمہ: اے محبوب تم سے غنیمتوں کو پوچھتے ہیں، تم فرماؤ غنیمتوں کے مالک اللہ ورسول ہیں۔

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے انہوں نے فرمایا کہ یہ آیت ہم اہل بدر کے حق میں نازل ہوئی جب غنیمت کے معاملہ میں ہمارے درمیان اختلاف پیدا ہوا، اور بدمزگی کی نوبت آگئی تو اللہ تعالیٰ نے معاملہ ہمارے ہاتھ سے نکال کر اپنے رسول ﷺ کے سپرد کیا، آپ نے وہ مال برابر تقسیم کر دیا۔

یہ تھے وہ مسائل جو صحابۂ کرام نے رسول اللہ ﷺ سے آپ کی حیات طیبہ میں دریافت کئے اور جنکا ذکر قرآن کریم میں ہے، لیکن جو معاملات وواقعات غیر معمولی طور سے پیش آتے تھے ان میں لوگ آنحضرت ﷺ سے استفتاء کرتے اور حضور ﷺ جواب دیتے اکثر ایسا بھی ہوتا کہ لوگوں نے کوئی کام کیا اور آپ نے اس پر تحسین کی یا اس سے نارضامندی ظاہر کی، اس قسم کے فتوے اکثر عام مجمعوں میں ہوتے تھے اور لوگ آنحضرت ﷺ کے اقوال کو ملحوظ

رکھتے تھے۔

حضور سرورکونین ﷺ کی وفات کے بعد فتوحات کو نہایت وسعت ہوئی اور تہذیب وتمدن کا دائرہ وسیع ہوتا گیا، واقعات اس کثرت سے پیش آئے کہ اجتہاد واستنباط کی ضرورت درپیش ہوئی، اور اجمالی احکام کی تفصیل پر متوجہ ہونا پڑا، مثلاً کسی شخص نے غلطی سے نماز میں کوئی عمل ترک کر دیا اب بحث یہ پیش آئی کہ ''نماز ہوئی یا نہیں'' اس بحث کے پیدا ہونے کے ساتھ یہ تو ممکن نہ تھا کہ نماز میں جس قدر اعمال تھے سب کو فرض کہہ دیا جاتا صحابہ کو تفریق کرنی پڑی کہ نماز میں کتنے ارکان فرض وواجب ہیں، کتنے مسنون ومستحب ہیں، اس تفریق کیلئے جو اصول قرار دیئے جاسکتے تھے ان پر تمام صحابۂ کرام کی مختلف رائیں قائم ہوئیں، بہت سے ایسے واقعات پیش آئے کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں ان کا عین واثر بھی نہیں پایا گیا تھا، صحابۂ کرام کو ان صورتوں میں استنباط، تفریع، حمل النظیر علی النظیر اور قیاس سے کام لینا پڑا، ان اصول کے طرق یکساں نہ تھے، اس لئے ضروری اختلافات پیدا ہوئے غرضیکہ صحابۂ کرام کے ہی زمانے میں احکام اور مسائل کا ایک دفتر بن گیا اور جدا جدا طریقے قائم ہو گئے۔

صحابۂ کرام میں سے جن لوگوں نے استنباط واجتہاد سے کام لیا اور مجتہد یا فقیہ کہلائے ان میں سے چار بزرگ نہایت ممتاز تھے، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبدالرحمٰن بن عباس، رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین، حضرت علی اور عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما زیادہ تر کوفہ میں رہے اور وہیں انکے مسائل واحکام کی زیادہ ترویج ہوئی، اس تعلق سے کوفہ فقہ کا دار العلوم بن گیا، جس طرح کے حضرت عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تعلق سے حرمین کو دار العلوم کا لقب حاصل ہوا تھا۔

ان چار بزرگوں میں سے ہر ایک فقہ وحدیث کے ماہرین میں شمار کیا جاتا تھا اور ہر ایک جداگانہ طور پر فقیہ اعظم کہلانے کا سزاوار تھا، اور ان حضرات میں سے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ باقاعدہ طور پر فقہ وحدیث کی تعلیم دیتے تھے اور ان کی درس گاہ میں بہت تلامذہ (Students) کا مجمع رہتا تھا جن میں سے چند اشخاص یعنی حضرت اسود، حضرت عبیدہ، حضرت حارث، حضرت علقمہ، نہایت نام آور ہوئے، حضرت علقمہ وحضرت اسود کے انتقال کے بعد حضرت ابراہیم نخعی مسند نشین ہوئے اور فقہ کو بہت کچھ وسعت دی یہانتک کہ ان کو فقیہ العراق کا لقب ملا۔ علم حدیث میں ان کا یہ پایہ تھا کہ صیرفی الحدیث کہلاتے تھے۔ امام شعبی نے جو (علامۃ التابعین) کے لقب سے ممتاز ہیں ان کی وفات کے وقت کہا ''ابراہیم نے کسی کو نہیں چھوڑا جوان سے زیادہ عالم اور فقیہ ہو'' اس پر ایک شخص نے تعجب سے پوچھا کیا حسن بصری اور ابن سیرین بھی! شعبی نے کہا حسن بصری اور ابن سیرین پر کیا ختم ہے، بصرہ، کوفہ، شام وحجاز میں کوئی شخص ان سے زیادہ عالم نہیں رہا۔

حضرت ابراہیم نخعی کے عہد میں مسائلِ فقہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا تھا جس کا ماخذ حدیث نبوی اور حضرت علی، اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالی عنہما کے فتاوی تھے۔ یہ مجموعہ گو مرتب طور پر قلمبند نہیں کیا گیا لیکن ان کے شاگردوں کو اس کے مسائل زبانی یاد تھے، سب سے زیادہ یہ مجموعہ حضرت حماد کے پاس جمع تھا جو حضرت ابراہیم کے تلامذہ میں نہایت ممتاز تھے، چنانچہ ان کے مرنے کے بعد فقہ کی مسند خلافت بھی ان ہی کو ملی۔ حماد نے گو فقہ کو چنداں ترقی نہیں دی لیکن وہ حضرت ابراہیم کے مجموعۂ فقہ کے بہت بڑے حافظ تھے۔ حضرت حماد نے ۱۲۰ھ میں اس دار فانی سے رحلت کی اور لوگوں نے ان کی جگہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فقہ کی مسند پر بٹھایا۔

امام صاحب کے زمانہ تک اگر چہ فقہ کے معتد بہ مسائل مدون ہو چکے تھے لیکن اولاً تو یہ تدوین صرف زبانی روایت تھی۔ دوسرے جو کچھ تھا فن کی حیثیت سے نہ تھا، نہ استنباط واستدلال کے قواعد قرار پائے تھے، نہ احکام کی تفریع کے اصول منضبط ہوئے تھے، نہ حدیثوں میں امتیاز مراتب تھا، نہ قیاس اور شبہ النظیر علی النظیر کے قاعدے مقرر تھے۔ مختصر یہ کہ فقہ کو جزئیات مسائل کا نام اور اس کو قانون کے رتبہ تک پہونچانے کے لئے بہت سے زینے باقی تھے۔

تاریخ سے اس بات کا پتہ لگانا مشکل ہے کہ امام ابوحنیفہ کو خاص کس وجہ سے فقہ کی تدوین کا خیال پیدا ہوا۔ ''قلائد عقود العقیان'' کے مصنف نے کتاب

''انموذج القتال'' سے اس کا ایک قصہ نقل کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ:

''دو شخص حمام میں نہانے گئے اور حمامی کے پاس کچھ امانت رکھتے گئے، ان میں سے ایک نہا کر نکلا اور حمامی سے امانت طلب کی، اس نے دیدی، یہ لیکر چلتا ہوا، دوسرا حمام سے باہر آیا اور امانت مانگی تو اس نے عذر کیا کہ میں نے تمہارے شریک کو حوالہ کردی، اس نے عدالت میں استغاثہ کیا، قاضی صاحب نے حمامی کو ملزم ٹھہرایا کہ جب دونوں نے مل کر تیرے پاس امانت رکھی تھی تو تیرے لئے ضروری تھا کہ دونوں کی موجودگی میں واپس کرتا، حمامی گھبرایا ہوا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آیا، امام صاحب نے کہا تم جاکر اس شخص سے کہو کہ میں تمہاری امانت ادا کرنے کیلئے تیار ہوں لیکن قاعدے کے موافق تنہا تم کو نہیں دے سکتا، شریک کو لاؤ تو لے جاؤ اس واقعہ کے بعد امام صاحب کو فقہ کی تدوین کا خیال پیدا ہوا، اور اس کی ترتیب شروع کی''۔

ممکن ہے کہ یہ واقعہ درست ہو، لیکن اس خیال کے پیدا ہونے کے اصلی اسباب اور تھے۔ یہ امر تاریخ سے ثابت ہے کہ امام صاحب کو تدوین فقہ کا خیال تقریباً ۱۲۰ھ میں پیدا ہوا، یعنی جب ان کے استاذ حماد نے وفات پائی، یہ وہ زمانہ ہے کہ اسلام میں تمدن نہایت وسعت پکڑ گیا تھا، عبادات اور معاملات کے متعلق اس کثرت سے واقعات پیدا ہو گئے تھے، اور ہوتے جارہے تھے کہ ایک مرتب مجموعۂ قانون کے بغیر کسی طرح کام نہیں چل سکتا تھا، نیز سلطنت کی وسعت اور

دوسری قوموں کے میل جول سے تعلیم وتعلم نے اس قدر وسعت حاصل کرلی تھی کہ زبانی سند وروایت اس کا تحمل نہیں کرسکتی تھی ، ایسے وقت میں قدرتی طور پر لوگوں کے دل میں خیال آیا ہوگا کہ ان جزئیات کو اصول کے ساتھ ترتیب دے کر ایک مستقل فن کی حیثیت دی جائے۔

امام اعظم ابوحنیفہ کی طبیعت مجتہدانہ اور غیر معمولی طور پر مقننانہ واقع ہوئی تھی اس کے ساتھ تجارت (Bussiness) کی وسعت اور ملکی تعلقات (External Affairs) نے ان کو معاملات کی ضرورتوں سے خبردار کردیا تھا، اطراف وبلاد سے ہر روز جو سیکڑوں ضروری استفتاء آتے تھے، ان سے آپ کو اندازہ ہوتا تھا کہ ملک کو اس فن کی کس قدر حاجت ہے، قضاۃ اور حکام (Judges) فصل قضایا میں جو غلطیاں کرتے تھے ، ان کو وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے۔

غرضکہ یہ علل وعوامل (Factor) تھے جنہوں نے ان کو اس فن کی تدوین اور ترتیب پر آمادہ کیا ممکن ہیکہ کسی خاص واقعہ سے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا اس آمادگی کو اور تحریک ہوئی ہو جس کے ساتھ عملی کوشش کا ظہور ہوا۔۶

ضرورت تدوین فقہ:۔ عہد صحابہ وتابعین میں مسائل کے اندر اختلاف آراء کے اسباب حسب ذیل یہ تین امور معلوم ہوتے ہیں۔

- قرآن وحدیث کے معانی سمجھنے میں اختلاف۔
- جواب مسئلہ میں صحابہ۔کہ منصوص علم میں اختلاف۔

۶۔سیرت نعمان، ص ۱۷۴ تا ۱۸۰ سیرت ائمہ اربعہ ص ۱۵۱ تا ۱۵۳

❁ طریق استنباط اور تخریج مسائل میں اختلاف مسلک۔

الغرض انہی اختلافات کے ساتھ عہد خلافت راشدہ اور اس کے بعد اہل افتاء صحابہ اور ان کے تلامذہ (تابعین) مختلف مذہبی چھاؤنیوں میں رہے، پھر مختلف اسلامی شہروں اور نو آبادیوں میں آباد ہو گئے اور لوگوں کو مسائل دین بتانے لگے، ابتداء میں اختلاف خفیف تھا رفتہ رفتہ اختلاف کی حیثیت قوی بلکہ قوی تر ہوتی گئی اور تدوین فقہ کی سخت ضرورت محسوس کی جانے لگی۔

حضرات شیخین سیدنا ابو بکر و سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے عہد خلافت میں تمام مسلمان متحد تھے، اختلافات نہایت جزئی تھے جس کی بنیاد قوی نہیں تھی، سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آخر عہد خلافت میں سیاسی فتنوں (Political Inarchy) کا آغاز ہوا، سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد خلافت میں ان فتنوں نے زبردست خونریزی کی شکل اختیار کر لی، خارجیوں نے سر اٹھایا، نتیجہ یہ ہوا کہ عہد خلافت راشدہ کے بعد ہی مسلمانوں میں سیاسی، مذہبی فرقہ بندی شروع ہو گئی، اور عام مسلمانوں میں سے خارجی اور شیعہ دو مستقل جماعتیں علیحدہ بن گئیں، جن کا مذہبی نظریہ بالکل مختلف تھا اول الذکر کا تو اب مستقل و مؤثر وجود نہیں، مؤخر الذکر تقریباً اب تک ہر جگہ موجود ہیں۔

خارجی صرف قرآن اور شیخین کے زمانہ کی حدیثوں کو واجب العمل مانتے تھے اگرچہ اوائل میں شیعہ ان اصول پر کچھ زیادہ متشدد نہیں تھے، مگر بعد میں

تشدد بڑھ گیا اور اس نظریہ نے مستقل مذہب کی شکل اختیار کرلی۔

بنی امیہ کے دور میں عام علمائے اسلام میں بھی دو جماعتیں ہوگئیں.

❁ ایک اہل حدیث کی جماعت تھی جو صرف ظاہری حدیث پر عمل ضروری جانتی تھی، رائے اور قیاس سے مسائل پر غور وخوض ان کے نزدیک مذموم تھا۔

❁ دوسری جماعت اہل الرائے کی تھی جو قرآن وحدیث کے ساتھ درایت پر عمل ضروری جانتی تھی، پہلی جماعت ایسے مسائل میں جو خارج میں واقع نہیں ہوئے غور وخوض کو مذموم جانتی تھی، دوسری جماعت علل واسباب کے ماتحت تفریع مسائل کی طرف متوجہ تھی۔

اہل حجاز اکثر اہل حدیث تھے، اور اہل عراق اکثر اہل رائے تھے، حجازیوں میں امام مالک کے استاد ''ربیعۃ الرائے'' نے زیادہ شہرت حاصل کی اور عراقیوں میں ابراہیم نخعی اور ان کے تلمیذ حماد بن ابی سلیمان (استاد امام اعظم ابوحنیفہ) زیادہ مشہور ہوئے۔

پہلی صدی کے آخر میں روایت احادیث کی کثرت اور واضعین کے فتنہ نے بھی مسائل میں اختلاف پیدا کردیا، اس فتنہ میں احادیث کے ضائع ہوجانے کا خدشہ تھا کہ عین وقت پر حضرت عمر بن عبدالعزیز اموی خلیفہ نے تدوین حدیث کا فرمان جاری کر کے حدیث کے تحفظ کا سامان کردیا۔

دوسری صدی کے شروع میں اہل حدیث، اور اہل رائے کے فروعی اختلاف نے فقہ میں بھی نزاع پیدا کردیا کہ حدیث فقہ اسلام کی اصل اور قرآن کریم کی متمم ہے یا

نہیں ، اگر ہے تو اعتماد کا کیا طریقہ ہے، کثرت احادیث کی وجہ سے احادیث مختلفہ میں ترجیح کی نوعیت میں اختلاف ، قیاس ، رائے اور استحسان سے استخراج مسائل کے جواز میں اختلاف ، اجماع کے اصل ہونے میں اختلاف ، امرونہی کے صیغوں سے احکام کی کیفیت اور ہیئت میں اختلاف ۔

الغرض دوسری صدی کا ربع اول وہ زمانہ تھا کہ مسائل اور ان کے اصول دونوں میں اہل علم مختلف تھے ، امراء اور حکام اس اختلاف سے فائدہ اٹھا کر قضاۃ سے اپنی مرضی کے مطابق جبرا غلط فیصلے کرا لیتے تھے ، انسان کی معاشرت کی وسعت نے انسان کو اتنی اشیاء کا محتاج بنا دیا تھا کہ ایک انسان اگر لاکھ کوشش کرے کہ وہ دوسرے سے مستغنی ہو جائے تو محال تھا ، مسلمان چونکہ عبادات کے علاوہ معاملات (Affairs) میں بھی شریعت کا پابند ہے ، اس لئے اسے عبادات کے علاوہ معاملات میں بھی قدم قدم ، لحظہ لحظہ احکام شریعت کی ضرورت تھی ۔ آپ صرف عبادات ہی کو لے لیجئے اس کے فروع و جزئیات کتنے کثیر ہیں ، اب ہر انسان کو اس کا مکلّف کرنا کہ وہ پورا قرآن مجید مع معانی و مطالب کے حفظ رکھے ، اور تمام احادیث کو مع سند و مالہ و ماعلیہ یاد رکھے تکلیف مالا یطاق ہے ، اس لئے ضروری تھا کہ انسان میں تقسیم کار ہو ، اس کے نتیجے میں ضروری تھا کہ ایک طبقہ علم دین کی تحصیل اور پھر اس کی نشر و اشاعت میں مصروف ہو جس کا صریح حکم سورۂ توبہ کی ایک آیت میں موجود ہے کہ رب عز وجل ارشاد فرماتا ہے ۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً ط فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْن (سورۂ توبہ، رکوع ۵، پارہ ۱۱)

مسلمانوں سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ سب کے سب نکلیں تو کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تا کہ دین کی سمجھ حاصل کرے۔ رہ گئے عوام تو انہیں یہ حکم ہے۔

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ

(سورۂ نحل، رکوع ۱۲، پارہ ۱۴)

علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔

عوام کو اس کا مکلّف کیا گیا کہ وہ اللہ عزّ وجلّ اور رسول کے بعد علماء کی اطاعت کریں، ارشاد ہے۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ

(سورۂ نساء، رکوع ۵، پارہ ۵)

اے ایمان والو اللہ کا حکم مانو اور رسول کا اور تم میں جو حکم والے ہیں ان کا حکم مانو۔

اب ایک منزل یہ آتی ہے کہ کوئی شخص ایک مسئلہ پوچھنے آیا، تو کیا یہ ضروری ہے کہ اسے قرآن کی وہ آیت پڑھ کر سنائی جائے، یا وہ حدیث مع سند کے بیان کی جائے جس سے یہ حکم نکلتا ہے، اور استخراج کی وجہ بھی بیان کی جائے، اگر

یہ ضروری قرار دیں تو اس میں کتنی دقت اور دشواری اور حرج ہے وہ عیاں ہے۔
علاوہ ازیں جن جزئیات میں کوئی صریح آیت یا حدیث نہیں ان جزئیات کے بارے میں کیا کیا جائے؟ جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے، مت کا اس پر عملی طور پر اجماع ہے کہ عوام کو اتنا بتا دینا کافی ہے کہ اس صورت کا یہ حکم ہے، غرضکہ عام مسلمان قضاۃ کے مختلف فیصلوں کی وجہ سے سخت پریشان تھے، ان کے سامنے مسائل کی مدون شکل بھی نہ تھی، تمدنی مسائل کی وسعت الگ تدوین قوانین احکام کی متقاضی تھی، اس لئے بغرض تحفظ اسلام سخت ضرورت تھی کہ فقہ کی باضابطہ تدوین کیجائے اور پیدا شدہ مسائل کے ساتھ پیدا ہونے والے امکانی مسائل کی تنقیح و تحقیق (Research) کی جائے۔

اللہ رب العزت کی رحمت نازل ہو امام الائمہ، سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر کہ سب سے پہلے انہوں نے اس ضرورت کو محسوس کیا، اور آپنے اپنی خداداد پوری صلاحیت کو قرآن و احادیث اور اقوال صحابہ سے مسائل کے استخراج واستنباط میں صرف فرما دیا اور بنوامیہ کے خاتمہ کے بعد ہی وہ اپنے تلامذہ کی ایک جماعت کے ساتھ تدوین فقہ میں لگ گئے اس طرح انہوں نے عظیم الشان دینی خدمت انجام دی۔

امام المحدثین عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں۔

لقد زان البلاد ومن علیها   امام المسلمین ابو حنیفه

باآثار و فقه فی حدیث　　کآیات الزبور علی الصحیفه

فما فی المشرقین له نظیر　　ولا بالمغربین ولا بکوفه ۱۰

❁ مسلمانوں کے مقتدا و پیشوا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے واقعی شہروں اور شہریوں کو زیب و زینت عطا کی۔

❁ احکام قرآن، آثار حدیث اور فقہ کے ذریعہ، جس طرح صحیفہ میں زبور مقدس کی آیات نے۔

❁ کوفہ تو در کنار مشرق و مغرب میں انکی مثال نظر نہیں آتی۔

امام شافعی کے مشہور شاگرد اور ناصر مذہب امام مذنی فرماتے ہیں:

ابو حنیفة اوّل من دوّن علم الفقه وافرده بالتالیف من بین الاحادیث النبویة وبوّبه فبدء بالطهارة ثم بالصلوة ثم بسائر العبادات ثم المعاملات الی ان ختم الکتاب بالمواریث وقفاه فی ذالك مالك بن انس وقفاه ابن جریح وهشیم۔ ۱۱

امام ابوحنیفہ ہیں جنہوں نے سب سے پہلے علم فقہ کی تدوین کی، احادیث نبویہ کے درمیان فقہ کی مستقل کتاب لکھی، اس کی تبویب کی اس کی ابتداء طہارت سے کی، پھر نماز، پھر دوسری عبادات، پھر معاملات کے مسائل لکھے یہاں تک کہ فرائض پر کتاب ختم کی، ان کے بعد اس بارے میں امام مالک نے

۱۰۔ فہرست ابن ندیم، ص ۴۸۴

۱۱۔ تاریخ فقہ، ص ۱۶ امام اعظم ابوحنیفہ ص ۱۶۷

کام کیا، اور ان کے بعد ابن جریج اور ہشام کے کام ہیں۔

کیفیت تدوین فقہ:۔ تدوین فقہ کا کام شروع کرنے سے پہلے یہ مسئلہ زیر غور آیا کہ اس مجلس کو کس جگہ قائم کرنا چاہئے، بہت غور فکر کرنے کے بعد کوفہ کو ترجیح دی گئی، کیونکہ کوفہ اس کام کیلئے بہت عمدہ صلاحیت رکھتا تھا، مختلف عربی و عجمی تہذیبیں وہاں موجود تھیں، قسم قسم کے مسائل وہاں اٹھتے رہتے تھے، اہل علم بھی بہت تھے، اس کے علاوہ عرب کے دوسرے شہروں کی تہذیب خالص عربی وسادہ تھی، اور ایک قانون ساز کے لئے ضروری ہے کہ وہ دنیا کی تہذیبوں کا بہ نظر غائر مطالعہ کرے اور ان سے پیدا شدہ مسائل وضروریات وحوائج کے ابھار کو ہرگز نظر انداز نہ کرے آج بھی جو بسم اللہ کے گنبد میں محصور ہوکر پرانی لکیر کے فقیر بنے ہوئے ہیں اور عرف عام ورواجات زمانہ سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں وہ دین کا مذاق اڑا رہے ہیں، انہیں ہرگز یہ حق نہیں پہونچتا کہ وہ لوگوں کی زندگیوں پر حرام وحلال کے فتوے صادر کریں، میرے نزدیک وہ فقہ حنفی کے مزاج سے بالکل جاہل ونابلد ہیں، وہ وقت دور نہیں ہے کہ ان نام نہاد مفتیوں کے ہاتھوں سے قلم لیکر توڑ دیا جائے گا، بہرحال کوفہ میں یہ سب چیزیں موجود تھیں، اور امام صاحب نے جس کام کا بیڑا اٹھایا تھا اس کے لئے بھی ضرورت ایسی ہی جگہ اور ہوشیار افراد کی تھی، اس لئے انہوں نے ایک مجلس شوری (Parliament) (جو مجلس مباحثہ تھی) کو مرتب کیا۔ علامہ موفق فرماتے ہیں:

فوضع ابو حنيفة مذهبه شورى بينهم لم يستبد فيه بنفسه دونهم ۔۱۲

امام صاحب نے اپنے مسلک کوشوری پر رکھا اور مجلس سے کٹ کر فقہ کو صرف اپنی ذات پر موقوف نہیں رکھا۔

چنانچہ امام صاحب نے اپنے ہزاروں شاگردوں میں سے چالیس ماہرین فن اشخاص منتخب کئے، امام طحاوی نے بسند متصل روایت کیا ہے کہ اس مجلس کے اراکین کی تعداد چالیس (40) تھی یہ سب کے سب حضرات درجۂ اجتہاد کو پہو۔نچے ہوئے تھے، ان چالیس میں سے دس بارہ حضرات کی ایک اور مجلس خصوصی تھی، جس کے رکن امام ابو یوسف، امام زفر، داؤد طائی، احمد بن عمر، یوسف بن خالد، یحی بن زائدۃ، امام محمد، عبداللہ بن مبارک اور خود امام اعظم ابوحنیفہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین تھے۔۱۳

مجلس تدوین فقہ کے متعلق وکیع بن الجراح مشہور محدث فرماتے ہیں:۔

كيف يقدر ابو حنيفة ان يخطى ومعه مثل ابى يوسف، وزفر، ومحمد فى قياسهم واجتهادهم ومثل يحى بن زائدة، وحفص بن غياث، وحبان ومندل فى حفظهم للحديث ومعرفتهم به والقاسم بن معن يعنى ابن عبدالرحمن بن عبدالله بن مسعود فى معرفة باللغة والعربية، وداؤد بن نصير الطائى، وفضيل بن عياض فى زهد هما

۱۲۔المکی، ج ۲ ص ۱۳۳

۱۳۔الجواہر المضیہ ج ۱ ص ۱۴

وورعهما فمن كان اصحابه هؤلاء وجلساء ؛ لم يكن ليخطى لأنه ان اخطأ ردوه الى الحق ۔۱۴

امام ابوحنیفہ کے کام میں کس طرح غلطی باقی رہ سکتی تھی جبکہ واقعہ یہ ہے کہ ان کے ساتھ ابو یوسف، زفر، محمد جیسے لوگ قیاس واجتہاد کے ماہر موجود تھے، اور حدیث کے باب میں یحی بن زکریا بن زائدہ، حفص بن غیاث، حبان، مندل، جیسے ماہرین حدیث ان کے ساتھ تھے، اور لغت وعربیت کے ماہر قاسم بن معن یعنی عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود کے صاحبزادے جیسے شریک تھے، اور داؤد بن نصیر طائی، فضیل بن عیاض، زہد وتقوی اور پرہیزگاری رکھنے والے حضرات موجود تھے، لہذا جس کے رفقاء کار اور ہمنشین ایسے لوگ ہوں وہ غلطی نہیں کرسکتا، کیونکہ غلطی کی صورت میں صحیح امر کی طرف یہ لوگ واپس کرنے والے تھے۔

امام ابوحنیفہ نے استنباط مسائل کا یہ طریقہ مقرر کیا کہ اولا کتاب اللہ (قرآن کریم)، پھر سنت نبویہ (حدیث شریف) پھر آثار صحابہ ﷺ اور اس کے بعد قیاس، امام صاحب کی نظر احادیث نبویہ کے بارے میں بہت دوربین تھی، وہ حدیث کے قوی (Authenic)، ضعیف (Unauthenic)، مشہور، احاد کے علاوہ یہ بھی دیکھتے تھے کہ آخری امر جس پر رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا ہے وہ کیا تھا، اگر حجازی اور عراقی صحابہ کی احادیث میں اختلاف ہوتا تو بر بنائے فقہ

۱۴۔ خطیب، جامع المسانید ص ۳۳

افقہ روایت کو ترجیح دیتے تھے، مسائل کے استنباط میں امام صاحب اسی مذکورہ ترتیب کے ساتھ، استحسان، مصالح مرسلہ ضروریات کو بھی مدنظر رکھتے تھے اور غور و خوض کے ساتھ اس قسم کے جزئیات پر بحث کرتے تھے کہ جن کا اب تک وجود نہیں ہوا تھا۔

امام صاحب فرماتے ہیں:

اہل علم کو چاہئے کہ جن باتوں میں لوگوں کے مبتلا ہونے کا امکان ہے ان کو بھی سوچ لیں تا کہ اگر واقع ہی ہو جائے تو انہیں انوکھی بات نظر نہ آئے کہ جس سے لوگ پہلے سے واقف نہ ہوں، بلکہ معلوم رہنا چاہئے کہ ان امور میں اگر کسی کو مبتلا ہی ہونا پڑے تو شرعا ابتلاء کے وقت میں کیا کرنا چاہئے، اور مبتلا ہونے کے وقت شریعت نے کیا صورت بتلائی ہے، اسی وجہ سے قیس بن ربیع مشہور محدث کہتے تھے

کان ابو حنيفة اعلم الناس بمالم يكن۔۱۵

امام صاحب ان مسائل کو بھی سب سے زیادہ جانتے تھے کہ جن کا وجود نہیں ہوا تھا۔

اسی وجہ سے امام صاحب نے مجلس تدوین میں ان تمام مسائل پر بحث فرمائی ہے کہ جن کے وقوع کا امکان ہوسکتا تھا، آپ کے تلامذہ کا مجمع ہوتا تھا، اور آپ جزئیات پیش کیا کرتے اور جواب حاصل کرتے، اگر سب کا جواب ایک ہی ہوتا تو

۱۵۔المکی، ج ۲ ص ۶۰

مسئلہ اسی وقت قلمبند کرلیا جاتا تھا، ورنہ پھر بحث کا سلسلہ جاری رہتا، اور آخر میں جو بھی فیصلہ ہوتا وہی بات استقرار پاجاتی، خدمت کتابت اسد بن عمر، یحیی بن زکریا بن زائدۃ اور امام ابو یوسف کے سپرد تھی، اختلافات کی صورت میں بحث کا سلسلہ برابر جاری رہتا تھا، کبھی کبھی ایک ایک مسئلہ پر مہینے گذر جاتے تھے، امام صاحب سب کی تقریریں سماعت کیا کرتے تھے البتہ کبھی کبھی بیچ میں یہ آیت پڑھ دیا کرتے تھے۔

فَبَشِّرْ عِبَادِی الَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہ

(سورۃ زمر، رکوع ۱۶، پارہ ۲۳)

تو خوشی سناؤ میرے ان بندوں کو جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔

جب کلام بہت طویل (Lengthy) ہوجاتا تو امام صاحب اپنی تقریر شروع فرماتے تھے، اور ایسا محکم فیصلہ فرماتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا تھا، کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ بعض اراکین اپنی بات پر قائم رہتے تھے تو اس صورت میں سب کے اقوال قلمبند کرلئے جاتے تھے، اس بات کا بھی التزام تھا کہ جب تک شوری کے خصوصی اراکین جمع نہ ہوں کوئی مسئلہ طے نہ کیا جائے، چنانچہ "الجواہر المضیۃ" کے مصنف نے عافیہ بن یزید کے تذکرے میں اسحاق سے روایت کی ہے کہ "امام اعظم ابوحنیفہ کے تلامذہ کسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوتے اور عافیہ موجود نہ ہوتے تو امام صاحب فرماتے ذرا عافیہ کو آنے دو" جب وہ آجاتے اور مسئلہ سے اتفاق

کرتے تب مسئلہ قلمبند کیا جاتا تھا، اور جب کوئی مسئلہ حل ہو جاتا تو فرطِ مسرت سے سب مل کر نعرۂ تکبیر بلند کرتے تھے۔۱۷

تدوین فقہ:۔ امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ کی زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ جس نے انہیں اسلامی تاریخ میں لازوال عظمت عطا کی، یہ تھا کہ انہوں نے اس عظیم خلاء کو اپنے بل بوتے پر بھر دیا جو خلافت راشدہ کے بعد شوری کا سد باب ہو جانے سے اسلام کے (Legislative Arrangement) قانونی نظام میں واقع ہو چکا تھا، وہ یہ کہ اسلامی ریاست کے بنیادی قواعد (Fundamental Laws) میں سے ایک اہم قاعدہ یہ تھا کہ حکومت مشورے سے کی جائے اور مشورہ ان لوگوں سے لیا جائے جن کے علم، تقوی، دیانت اور اصابت رائے پر امت کو اعتماد ہو، خلفائے راشدین کے زمانے میں قوم کے بہترین لوگ ان کے مشیر تھے، جو دین کا علم رکھنے والے اور اپنے علم وضمیر کے مطابق پوری آزادی کے ساتھ بے لاگ رائے دینے والے ہوتے تھے، پوری قوم کو ان پر یہ اعتماد تھا کہ وہ حکومت کو کبھی غلط راستے پر نہ جانے دیں گے، یہی لوگ امت کے اہل العقد والحل تسلیم کئے جاتے تھے، مگر جب ملوکیت کا دور آیا تو یہ قاعدہ بھی بدل گیا، شوری کی جگہ شخصی استبداد نے لے لی، حق شناس اور حق گو اہل علم سے بادشاہ اور بادشاہوں سے یہ لوگ دور بھاگنے لگے، اب

۱۷۔ المکی، ج ۲ ص ۵۴

بادشاہوں کے مشیر اگر تھے تو ان کے گورنر (Governor) قائدین، شاہی خاندان کے امراء اور درباری لوگ تھے، نہ کہ وہ اہل الرائے اصحاب جن کی قابلیت اور دیانت وامانت پر امت کو اعتماد تھا۔

اس کا سب سے بڑا نقصان یہ ہوا کہ ایک بڑھتے ہوئے تمدن میں پیش آنے والے قانونی مسائل میں فیصلہ دینے والا کوئی ایسا بااختیار ادارہ (Centre) باقی نہ رہا جس کی طرف معاملات میں بروقت رجوع کیا جاسکتا ہو، جس کے اجماعی یا جمہوری فیصلے قانون اسلامی کے جزء بن جائیں، اور پھر ملک کی تمام عدالتیں (Courts) انہی کے مطابق معاملات کے تصفیئے کرنے لگیں جہاں تک حکومت کے نظم ونسق، اہم داخلی وخارجی مسائل، اور عام پالیسی (Policy) کے معاملات کا تعلق تھا، یہ شاہی کونسل (Council) ان کے فیصلے تو برے یا بھلے کرسکتی تھی، لیکن قانونی مسائل کے فیصلے کرنا ان کے بس کا کام نہ تھا، اس کی جرأت اگر یہ لوگ کرتے بھی تو امت کا اجتماعی ضمیر ان کے فیصلوں کو ہضم کرنے کیلئے تیار نہ تھا، وہ خود بھی اپنی حیثیت کو جانتے تھے، اور عام امت بھی ان کو فاسق وفاجر سمجھتی تھی، ان کا کوئی دینی واخلاقی وقار نہ تھا کہ ان کے فیصلے اسلامی قانون میں شامل ہوسکتے، علماء اور فقہاء نے اس خلاء کو پر کرنے کی کوشش میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی، مگر ان کی یہ کوشش انفرادی نوعیت کی تھی، ہر عالم اپنی مسند درس وافتاء سے قانونی احکام بیان کرتا تھا اور ہر قاضی اپنے علم وفہم اور اپنے

اجتہاد کے مطابق یا کسی دوسرے عالم کے فتوے کی بنا پر جس چیز کو بھی قانون سمجھتا تھا اس کے مطابق فیصلے کر دیتا تھا، اس سے قانون کے تسلسل وارتقاء میں تو انقطاع (Adolition) واقع نہ ہوا، لیکن اسلامی مملکت میں ایک قانونی انارکی (Anarchy) پیدا ہوگئی، پوری ایک صدی تک امت کے پاس کوئی ایسا ضابطہ نہ تھا جسے سند کی حیثیت حاصل ہوتی اور مملکت کی تمام عدالتیں اس کی پیروی کر کے جزئیات مسائل میں یکساں فیصلے کر سکتیں۔ ۱۸

ایک صدی کے قریب اس حالت پر گزر جانے سے جو نقصان رونما ہو رہا تھا اسے ہر صاحب فکر آدمی محسوس کر رہا تھا، ایک طرف مسلم ریاست کی حدود سندھ سے اسپین تک پھیل چکی تھیں، بیسوں قومیں اپنے الگ الگ تمدن، رسم ورواج اور حالات کے ساتھ اس میں شامل ہو چکی تھیں، اندرون ملک مالیات کے مسائل، تجارت وزراعت اور صنعت وحرفت کے مسائل، شادی بیاہ کے مسائل، دستوری و دیوانی اور فوجداری قوانین وضوابط کے مسائل روز بروز سامنے آرہے تھے۔

بیرون ملک دنیا بھر کی قوموں سے اس عظیم ترین سلطنت کے تعلقات تھے، اور ان میں جنگ، صلح، سفارتی روابط (Diplomatic Relations)، تجارتی لین دین، بحری وبری مسافرت کسٹم (Custom) وغیرہ کے مسائل پیدا ہو رہے تھے اور مسلمان چونکہ اپنا ایک مستقل نظریہ، اصول حیات اور بنیادی قانون رکھتے تھے اس لئے ضروری تھا کہ وہ اپنے ہی نظام قانون کے تحت ان

۱۸۔ خلافت وملوکیت، ص ۱۵۷

بیشمار نت نئے مسائل کو حل کریں اس طرح ایک طرف وقت کا یہ زبردست چیلنج (Challange) تھا جس سے اسلام کو سابقہ درپیش تھا، اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ ملوکیت کے دور میں کوئی ایسا مسلم آئینی ادارہ باقی نہ رہا تھا جس میں مسلمانوں کے معتمد علیہ اہل علم، فقیہ اور مدبرین بیٹھ کر ان مسائل کو سوچتے اور شریعت کے اصول کے مطابق ان کا ایک مستند حل پیش کرتے جو سلطنت کی عدالتوں اور اس کے سرکاری محکموں کیلئے قانون قرار پاتا اور پوری مملکت میں یکسانی کے ساتھ اس پر عمل کیا جاتا۔

اس نقصان کو خلفاء، گورنر، حکام اور قاضی سب محسوس کر رہے تھے، کیونکہ انفرادی اجتہاد اور معلومات کے بل پر روز مرہ پیش آنے والے اتنے مختلف مسائل کو بروقت حل کر لینا ہر مفتی، حاکم، جج (Judge) اور ناظم محکمہ کے بس کا کام نہ تھا، اور اگر فرداً فرداً انہیں حل کیا بھی جاتا تھا تو اس سے بے شمار متضاد فیصلوں کا ایک جنگل پیدا ہو رہا تھا، مگر دشواری یہ تھی کہ ایسا ایک ادارہ حکومت ہی قائم کر سکتی تھی، اور حکومت ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں تھی جو خود جانتے تھے کہ مسلمانوں میں ان کا کوئی اخلاق، وقار و اعتماد نہیں ہے، ان کیلئے فقہاء کا سامنا کرنا تو درکنار ان کو برداشت کرنا بھی مشکل تھا، ان کے تحت بننے والے قوانین کسی حالت میں بھی مسلمانوں کے نزدیک اسلامی نظام قانون کا جزء نہ بن سکتے تھے۔

ابن المقفع نے اپنے ''رسالۃ الصحابۃ'' میں اس خلاء کو بھرنے کیلئے

''المنصور'' کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ خلیفہ اہل علم کی ایک کونسل (Council) بنائے جس میں ہر نقطۂ نظر کے علماء پیش آمدہ مسائل پر اپنا اپنا علم اور خیال پیش کریں پھر خلیفہ خود ہر مسئلہ پر اپنا فیصلہ دے اور وہی قانون ہو، لیکن منصور اپنی حقیقت سے اتنا بے خبر نہ تھا کہ یہ حماقت کرتا، اس کے فیصلے ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے فیصلے نہ بن سکتے تھے، اس کے فیصلوں کی عمر خود اس کی اپنی عمر سے زیادہ نہ ہوسکتی تھی ، بلکہ اس کی زندگی میں بھی یہ توقع نہ تھی کہ پوری مملکت میں کوئی ایک مسلمان ہی ایسا مل جائے گا جو اس کے منظور کئے ہوئے قانون کی مخلصانہ پابندی کرے، وہ ایک لادینی قانون تو ہوسکتا تھا مگر اسلامی قانون کا ایک حصہ ہرگز نہ ہوسکتا تھا۔

اس صورت حال میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے یہ فیصلہ لیا کہ وہ حکومت سے بے نیاز رہ کر خود ایک غیر سرکاری مجلس وضع قانون قائم کریں، یہ تجویز ایک انتہائی بدیع الفکر آدمی ہی سوچ سکتا تھا، اور مزید برآں اس کی ہمت صرف وہی شخص کرسکتا تھا جو اپنی قابلیت پر، اپنے کردار (Character) پر اور اپنے اخلاقی وقار پر اتنا اعتماد رکھتا ہو کہ اگر وہ ایسا کوئی ادارہ قائم کر کے قوانین مدون (Compiled) کرے گا تو کسی سیاسی قوت نافذہ کے بغیر اس کے مدون کردہ قوانین اپنی خوبی، اپنی صحت، اپنی مطابقت احوال اور اپنے مدون کرنے والوں کے اخلاقی اثر کے بل پر خود نافذ ہوں گے، قوم خود ان کو قبول کرے گی، اور

سلطنتیں آپ سے آپ ان کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوں گی، امام صاحب کوئی غیب داں نہ تھے کہ پیشگی ان نتائج کو دیکھ لیتے جو فی الواقع ان کے بعد نصف صدی کے اندر ہی برآمد ہو گئے، مگر وہ اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو جانتے تھے، مسلمانوں کے اجتماعی مزاج سے واقف تھے اور وقت کے حالات پر گہری نظر رکھتے تھے، انہوں نے ایک کمال درجہ کے دانا و دور اندیش انسان کی حیثیت سے بالکل صحیح اندازہ کرلیا کہ وہ اس خلاء کو اپنی نجی حیثیت سے بھر سکتے ہیں اور ان کے بھرنے سے یہ خلاء واقعی بھر جائے گا۔

میں مجلس تدوین فقہ کے شرکاء کی جانب پہلے اشارہ کر چکا ہوں یہاں بطور اختصار ملاحظہ ہو۔

اس مجلس کے ارکان امام صاحب کے اپنے تلامذہ تھے جن کو سالہا سال تک انہوں نے اپنے مدرسۂ قانون میں باقاعدہ قانونی مسائل پر سوچنے، علمی طرز پر تحقیقات کرنے اور دلائل سے نتائج مستنبط کرنے کی تربیت دی تھی، ان میں سے قریب قریب ہر شخص امام صاحب کے علاوہ وقت کے دوسرے بڑے بڑے اساتذہ سے بھی قرآن، حدیث، فقہ اور دوسرے مددگار علوم مثلاً لغت (Thilology)، نحو، ادب اور تاریخ و سیر (History) کی تعلیم حاصل کر چکا تھا، مختلف شاگرد مختلف علوم کے اختصاصی ماہر سمجھے جاتے تھے، مثلاً کسی کو قیاس ورائے میں نمایاں مقام حاصل تھا کسی کے پاس احادیث اور صحابہ کے فتاوی

اور پچھلے خلفاء وقضاۃ کے نظائر کی وسیع معلومات تھیں، اور کوئی علم تفسیر، یا قانون کے کسی خاص شعبے (Departments) یا لغت اور نحو یا مغازی کے علم میں اختصاص رکھتا تھا، ایک دفعہ امام اعظم علیہ الرحمہ نے خود اپنی ایک گفتگو میں بتایا کہ یہ کس مرتبے کے لوگ تھے۔

یقول هؤلاء ستة وثلاثون رجلا منهم ثمانية وعشرون یصلحون للقضاء، وستة یصلحون للفتوی واثنان ابو یوسف وزفر یصلحان لتادیب القضاء وارباب الفتوی ۔۱۹

فرماتے ہیں: یہ چھتیس آدمی ہیں جن میں سے ۲۸/ قاضی ہونے کے لائق، ۶ فتوی دینے کی صلاحیت رکھتے ہیں اور دو امام ابو یوسف وامام زفر اس درجہ کے ہیں کہ قاضی اور مفتی تیار کر سکتے ہیں۔

ابن البزاز الکردری (صاحب فتاوی بزازیہ م ۸۲۷ھ۔۱۴۲۴ء) کا بیان ہے کہ:

وکان اصحابه یکثرون الکلام فی مسئلة من المسائل ویأخذون فی کل فن وهو ساکت فاذا اخذ فی شرح ماتکلموا فیه کان کأنه لیس فی المجلس احد غیره ۔۲۰

ان کے شاگرد ایک مسئلہ پر خوب دل کھولکر بحث کرتے اور حرفن کے نقطہ

۱۹۔ المکی، ج ۲ ص ۲۴۶

۲۰۔ الکردری، ج ۲ ص ۱۰۸

نظر سے گفتگو کرتے ، اس دوران امام صاحب خاموشی کے ساتھ ان کی تقریریں سنتے رہتے تھے، پھر جب امام صاحب زیر بحث مسئلہ پر اپنی تقریر شروع کرتے تو مجلس میں ایسا سکوت ہوتا جیسے یہاں ان کے سوا کوئی اور نہیں بیٹھا ہے۔

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ:۔

کنت احضر مجلس ابی حنیفة بالغداة والعشی فابتدؤا فی مسئلة من الحیض فخاضوا فیها ثلاثة ایام بالغداة والعشی ، فلما کان الیوم الثالث بالعشی کبّروا جمیعا قالوا الله اکبر فعلمت ان مسئلتهم قد خرجت ۔ ۲۱

میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی مجلس میں صبح وشام حاضر ہوتا تھا، ایک مرتبہ اس مجلس میں ایک مسئلہ حیض پر تین دن مسلسل بحث ہوتی رہی، تیسرے دن شام کے وقت میں نے جب اللہ اکبر کی آوازیں سنیں تو پتہ چلا کہ اس بحث کا فیصلہ ہو گیا۔

امام صاحب کے ایک اور شاگرد ابو عبداللہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس میں امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ اپنی جورائیں ظاہر کرتے تھے انہیں پھر بعد میں وہ پڑھوا کر سن لیا کرتے تھے چنانچہ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

عن ابی عبدالله قال کنت اقرأ علیه اقاویله و کان ابو یوسف ادخل فیه ایضا اقاویله و کنت اجهد علی ان لا اذکر قول احد بجنبه

فزلّ لسانی یوما وقلت بعد ذکر قوله وفیها قول آخر فقال ومن

هذاالذی یقول هذا القول ۔۲۲

ابوعبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کے اقوال ان کو

پڑھ کرسناتا تھا، امام ابویوسف (مجلس کے فیصلے ثبت کرتے ہوئے) ساتھ ساتھ

اپنے اقوال بھی درج کردیا کرتے تھے، اس لئے پڑھتے وقت میں کوشش کرتا تھا

کہ ان کے اقوال چھوڑتا جاؤں، ایک روز میں چوک گیا اور دوسرا قول بھی میں نے

پڑھ دیا، امام اعظم علیہ الرحمۃ نے پوچھا یہ دوسرا قول کس کا ہے؟

اس کے ساتھ ''المکی'' کے بیان سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس مجلس کے

جو فیصلے لکھے جاتے تھے ان کو الگ الگ عنوانات کے تحت کتابوں اور ابواب میں

مرتب بھی امام اعظم ابوحنیفہ ہی کی زندگی میں کردیا گیا تھا۔

وابو حنیفة اول من دوّن علم هذه الشریعة لم یسبقه احد ممن

قبله لان الصحابة والتابعین رضی الله تعالیٰ عنهم لم یصنعوا فی علم

الشریعة ابو ابامبوبة ولا کتبا مرتبة وانما کانوا یعتمدون علی قوة

فهمهم وجعلوا قلوبهم صنادیق علمهم فنشاء ابو حنیفة بعدهم فرای

العلم منتشرا فخاف علیه الخلف السوء ان یضیعوا۔۲۳

۲۲۔الکردری، ج ۲ ص ۱۰۹

۲۳۔المکی، ج ۲ ص ۱۳۶

امام اعظم ابو حنیفہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس شرا ت کے علم کو مدون کیا، ان سے پہلے کسی نے یہ کام نہیں کیا تھا کیونکہ صحابہ وتابعین نے علم شریعت میں ابواب فقہ کی ترتیب پر کوئی تصنیف نہیں کی ان کو اپنی یاد پر اطمینان تھا، لیکن امام صاحب نے صحابہ وتابعین کے بلاد اسلامیہ میں منتشر ہونے کی وجہ سے علم شریعت کو منتشر پایا، اور متاخرین کے سوء حفظ کا خیال کر کے تدوین شریعت کی ضرورت محسوس کی۔

روایت ہیکہ آپ کے مذہب کو چار ہزار (4,000) شخصوں نے نقل کیا ہے اور پھر ہر ایک کے اصحاب وتلامذہ کی تعداد ملا کر لاکھوں تک پہونچتی ہے۔[۲۴]

تقریباً بائیس سال کی اس شبانہ روز سخت کاوش کے بعد امام صاحب کی مجلس تدوین فقہ کا مجموعۂ فقہی تیار ہو کر اہل علم کے ہاتھوں میں آیا، یہ مجموعہ تراسی ہزار (83,000) دفعات (Acts) پر مشتمل تھا جس میں اڑتیس (38,000) ہزار مسائل عبادات سے متعلق تھے اور باقی پینتالیس ہزار (45,000) کا تعلق معاملات اور عقوبات (Punishments) سے تھا، اس میں انسان کے دنیوی کاروبار کے متعلق آئین وضوابط اور معاشیات وسیاسیات کے بارے میں تمام بنیادی اجتماعی امور موجود تھے۔

۲۴۔ مقدمہ انوار الباری ج ۱ ص ۱۵۴

یہ مجموعہ اگر چہ ۱۱۴ھ سے پہلے مرتب ہو چکا تھا مگر بعد میں اس میں اضافے ہوتے رہے، کیونکہ جب امام صاحب کو کوفہ سے بغداد جیل (Cell) میں منتقل کر دیا تو یہ سلسلہ برابر جاری رہا، امام محمد کا امام صاحب کی مجلس سے تعلق وہیں سے ہوا ہے، اضافہ کے بعد اس مجموعہ کی تعداد پانچ لاکھ (5,00000) مسائل ہوگئی تھی خوارزمی کا بیان ہے:

قد قيل بلغت مسائل ابی حنيفة خمسمائة الف مسئلة وكتبه وكتب اصحابه تدل على ذالك مع ماتضمن مذهبه من المسائل الغامضة المشتملة على دقائق النحو والحساب مايتعب استخراجها العلماء بالعربية والجبر والمقابلة وفنون الحساب ۔۲۵

کہا گیا ہے مسائل ابی حنیفہ کی تعداد پانچ لاکھ تک پہونچتی ہے، امام صاحب اور ان کے تلامذہ کی کتابیں اس پر شاہد ہیں اس کے ساتھ جو مسائل غامضہ مثلاً دقائق نحو، حساب (Mathematics)، جبر ومقابلہ اورادبیت کے متعلقات اس میں ہیں وہ اس پر مزید ہیں۔

یہ مسائل قریب قریب ہر شعبۂ قانون سے متعلق تھے۔ بین الاقوامی قانون (International Law) (جس کے لئے ''السیر'' کی اصطلاح مستعمل تھی) دستوری قانون، دیوانی وفوجداری قانون، قانون شہادت، ضابطۂ عدالت، معاشی زندگی کے ہر شعبہ کے الگ قانون، قوانین نکاح وطلاق اور

۲۵۔ جامع المسانید، ج ۲ ص ۳۵

وراثت، غیرہ، شخصی احوال کے قوانین اور عبادات کے احکام یہ سب عنوانات ہم کو ان کتابوں کی فہرستوں میں ملتے ہیں جو اس مجلس کے فراہم کردہ مواد سے امام ابو یوسف نے اور پھر امام محمد بن حسن الشیبانی نے بعد میں مرتب کیں۔

اس باقاعدہ تدوین قانون کا اثر یہ ہوا کہ انفرادی طور پر کام کرنے والے مجتہدوں، مفتیوں اور قاضیوں کا کام ساقط الاعتبار ہوتا چلا گیا، قرآن وحدیث کے احکام اور سابقہ فیصلوں اور فتاوی کے نظائر کی چھان بین کر کے اہل علم کی ایک مجلس نے امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ جیسے نکتہ رس آدمی کی صدارت ورہنمائی میں شریعت کے جو احکام منقح صورت میں نکال کر رکھدیئے تھے اور پھر اصول شریعت کے تحت وسیع پیمانے پر اجتہاد کر کے زندگی کے ہر پہلو میں پیش آنیوالی امکانی ضرورتوں کیلئے جو قابل عمل قوانین مرتب کر دیئے تھے، ان کے بعد متفرق افراد کے مدون کئے ہوئے احکام مشکل ہی سے وقیع ہو سکتے تھے، اس لئے جونہی یہ کام منظر عام پر آیا عوام وحکام اور قضاۃ سب اس کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہو گئے، کیونکہ یہ وقت کی مانگ (Demand) تھی اور لوگ مدت سے اسی چیز کے حاجتمند تھے، چنانچہ مشہور فقیہ یحی بن آدم (م ۲۰۳ھ۔ ۸۱۸ء) کہتے ہیں کہ:

کانت الکوفة مشحونة بالفقه فقهاء ها کثیرون، مثل ابن شبرمة، وابن ابی لیلی، والحسن بن صالح، وشریك، وامثالهم فکسدت أقاویلهم عند أقاویل ابی حنیفة وسیر بعلمه الی البلدان

وقضى به الخلفاء والائمة والحكام واستقرت عليه الأمر ۔ ۲۶

کوفہ فقہ کا مرکز و مرجع تھا، وہاں ابن شبرمہ، ابن ابی لیلی، حسن بن صالح اور شریک جیسے فقیہ کثیر تعداد میں موجود تھے۔لیکن امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اقوال کے آگے دوسرے فقہاء کے اقوال کا بازار سرد پڑ گیا، انہی کا علم مختلف علاقوں میں پھیل گیا، اسی پر خلفاء، ائمہ اور حکام فیصلے کرنے لگے اور معاملات کا چلن اسی پر ہو گیا۔

خلیفہ مامون کے زمانے تک پہونچتے پہونچتے یہ حالت ہوگئی کہ:

انه اتى الفضل بن سهل ذا الرياستين فسأله بأن يكتب الى الآفاق بان لا يستعمل قول ابى حنيفة فاستشار الفضل بن سهل بعض اهل العقل والخبرة بالأمور فقال ان هذا الأمر لاينفذ وينتقض جميع الملك عليكم ومن ذكر لك هذا فهوناقص العقل فقال له الفضل بن سهل هذا ان سمعه اميرالمومنين لايرضى به ۔ ۲۷

ایک دفعہ وزیراعظم (Prime Minister) فضل بن سہل کو ابوحنیفہ کے ایک مخالف فقیہ نے مشورہ دیا کہ حنفی فقہ کا استعمال بند کرنے کے احکام جاری کردیئے جائیں، وزیراعظم نے باخبر اور معاملہ فہم لوگوں کو بلا کر اس معاملہ میں

۲۶۔ المکی، ج ۲ ص ۱۴۱

۲۷۔ المکی، ج ۲ ص ۱۵۷ الکردری، ج ۲ ص ۱۰۶

رائے لی، انہوں نے بالاتفاق کہا کہ یہ بات نہیں چلے گی، اور سارا ملک آپ لوگوں پر ٹوٹ پڑیگا، جس شخص نے آپ کو یہ مشورہ دیا ہے وہ ناقص العقل ہے، وزیر نے کہا میں خود بھی اس خیال سے متفق نہیں ہوں اور امیر المومنین بھی اس پر راضی نہ ہوں گے۔

اس طرح تاریخ کا یہ اہم واقعہ رونما ہوا کہ ایک شخص واحد کی قائم کی ہوئی نجی "مجلس وضع قوانین" کا مرتب کیا ہوا قانون محض اپنے اوصاف اور اپنے مرتب کرنے والوں کی اخلاقی ساکھ کے بل پر ملکوں، اور سلطنتوں کا قانون بن کر رہا، اس کے ساتھ دوسرا اہم نتیجہ اس کا یہ بھی ہوا کہ اس نے مسلم مفکرین قانون کیلئے اسلامی قوانین کی تدوین کا ایک نیا راستہ کھول دیا۔ بعد میں جتنے دوسرے بڑے بڑے فقہی نظام بنے وہ اپنے طرز اجتہاد اور نتائج اجتہاد میں چاہے اس سے مختلف ہوں مگر ان کے لئے نمونہ یہی تھا جسے سامنے رکھ کر ان کی تعمیر کی گئی۔ ٢٨

امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمۃ نے جس طرز پر تدوین فقہ کا کام کیا در حقیقت وہ رسول اکرم ﷺ کے فرمان عالی کی تعمیل تھی جو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی سے روایت کی ہے۔

قال قلت یارسول اللہ ان ینزل بنا امر لیس فیه بیان امر ولا نهی فما تامرنی؟ قال تشاوروا الفقهاء والعابدین ولا تمضوا فیه رأی

٢٨۔ خلافت وملوکیت، ص ٢٢٠ تا ٢٢٦ بشئ من الحذف والاضافة

خاصة۔۲۹

کہا میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اگر کوئی ایسا امر پیش آئے جس میں امرونہی منصوص نہ ملے تو ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ فرمایا فقہاء وعابدین سے معلوم کرواور کسی ایک کی رائے پرمت چلو۔

نقشۂ تدوین فقہ۔ شامی میں لکھا ہے کہ فقہاء نے فقہ کی تدوین کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے کہ فقہ کا کھیت (Farm) حضرت عبداللہ بن مسعود نے بویا، علقمہ نے اس کو سینچا، ابراہیم نخعی نے اس کو کاٹا، حماد نے اس کو مانڈا (یعنی اناج کو بھوسی سے الگ کیا) امام اعظم ابوحنیفہ نے اس کو پیسا، ابویوسف نے اس کو گوندھا، محمد بن الحسن نے اس کی روٹیاں پکائیں اور باقی سب اس کے کھانے والے ہیں۔

تشریح:۔ یعنی اجتہاد واستنباط کا طریقہ حضرت ابن مسعود سے شروع ہوا، سراج الامۃ، امام الائمۃ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے اس کو کمال پر پہونچا کر تدوین فقہ کی مہم سرکرائی تقریبا ساڑھے بارہ لاکھ (12,50000) مسائل وجزئیات کو منقح کرا کران کو ابواب پر مرتب کرایا، جن سے ''کتاب الفرائض، کتاب الشروط'' وغیرہ تصنیف ہوئیں، پھر آپ ہی کے نقش قدم پر چل کر امام مالک، امام محمد، امام ابو یوسف، امام زفر، امام شافعی اور امام احمد وغیرہ کبار ائمہ مجتہدین نے اصول تفقیہ

۲۹۔مقدمہ انوار الباری، ج ۱ ص ۱۵۵

وتفریع وغیرہ مرتب کر کے ترقیات کیں اور فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث ورجال وغیرہ پر بہترین کتابیں وجود میں آئیں۔۳۰

مجلس تدوین فقہ کے ارکان:۔ اب میں ان چالیس حضرات اکابر مجتہدین، محدثین اور فقہاء عظام کے مختصر حالات پیش کرنے کی سعادت حاصل کرر ہا ہوں جو امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے ساتھ ''تدوین فقہ'' کی تاریخی مہم میں شریک تھے، ان ماہرین علوم وفنون حضرات کے حالات کو بطور اختصار پیش کرنے کا مقصد اس بات کو واضح کرنا ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کے یہ تلامذہ واصحاب کتنے بڑے پایہ کے ائمہ وحفاظ تھے، ان کو کتنے علوم وفنون میں دسترس (Control) حاصل تھی ،ان کی علمی شان کیا تھی۔ اب ان حضرات کی ترتیب کو وفیات کے اعتبار سے بیان کیا جارہا ہے ملاحظہ ہو:

امام زفر رضی اللہ عنہ:۔ امام العصر، مجتہد مطلق ابو الہذیل زفر بن قیس کوفی ۱۱۰ھ میں بمقام اصبہان پیدا ہوئے، پہلے حدیث پڑھی پھر امام اعظم علیہ الرحمۃ کے حلقۂ درس میں بیٹھ کر قیاس کے امام ہوئے۔

محمد بن وہب کا بیان ہے کہ امام زفر اصحاب حدیث میں سے تھے ایک دفعہ ایک مسئلہ پیش آیا کہ اس کے حل کرنے سے وہ خود اور ان کے دوسرے اصحاب حدیث عاجز ہوئے تو امام زفر امام ابوحنیفہ کی خدمت میں پہونچے امام صاحب

۳۰۔ مقدمہ انوار الباری، ج ۱ ص ۱۵۳

نے جواب دیا، پوچھا آپ نے یہ جواب کہاں سے دیا؟ فرمایا: کہ فلاں حدیث اور فلاں قیاس واستنباط کی وجہ سے، پھر امام صاحب نے مسئلہ کی نوعیت بدل کر فرمایا کہ تم بتاؤ اس میں کیا جواب ہوگا؟ امام زفر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو اس کے جواب سے پہلے سے بھی زیادہ عاجز پایا۔ امام صاحب نے ایک اور مسئلہ بیان فرمایا اور اس کا جواب مع دلیل بتایا۔ میں ان کے پاس سے اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور ان سے بھی وہ مسائل پوچھے تو وہ بھی جواب سے عاجز ہوئے، میں نے جوابات دیئے اور دلائل سنائے وہ سب کہنے لگے کہ یہ جوابات ودلائل آپ کو کہاں سے حاصل ہوئے میں نے کہا امام ابو حنیفہ سے پھر تو میں انہی تین مسائل کی بدولت اپنے حلقۂ اصحاب کا سردار (Leader) بن گیا۔

آپ کے ایک مدح خواں نے آپ کی ستائش یوں کی ہے۔ صمیری کی روایت ہے کہ محمد بن عثمان نے کہا میں نے اپنے والد عثمان اور چچا ابو بکر سے امام زفر کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا کہ امام زفر اپنے زمانہ کے اکابر فقہاء میں سے تھے۔

امام اعظم علیہ الرحمۃ نے ایک مجلس نکاح میں آپ کے متعلق فرمایا کہ زفر بن ہذیل ائمۃ المسلمین میں بڑے امام ہیں اور دین کے نشانوں میں سے ایک نشان ہیں، اپنے حسب وشرف اور علم کے اعتبار سے ممتاز ہیں، امام صاحب نے جو تعریفی کلمات امام زفر کیلئے ارشاد فرمائے وہ ان کے فضل وتقدم کیلئے بہت بڑی

شہادت ہیں۔

حسین بن ولید کا بیان ہے کہ امام صاحب کے اصحاب میں سے سب سے زیادہ متصلب اور دقیق النظر امام زفر تھے، اوران کے ذریعہ مذہب حنفی کی نشر واشاعت بہت زیادہ ہوئی اور دنیوی کشمکش سے الگ ہوکر ساری زندگی تعلیم وتعلم میں گذاری اورشعبان ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔۳۱

امام مالک بن مغول البجلی الحنفی:۔ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصحاب وارکان تدوین فقہ حنفی اوران حضرات اکابر میں سے تھے جن کوامام صاحب نے خطاب فرما کر ارشاد فرمایا تھا کہ ''تم لوگ میرے قلب کا سرور اور میرے غم کو مٹانے والے ہو'' آپ امام حدیث وحجت تھے، بخاری ومسلم اور اصحاب سنن کے شیخ ہیں اورسب نے ان سے روایت حدیث کی ہے۔۳۲

امام احمد نے ان کوثقہ، ثبت فی الحدیث کہا، امام یحی، ابوحاتم اورنسائی نے ثقہ کہا۔ابونعیم نے بیان کیا ہے کہ ہم سے مالک بن مغول نے حدیث بیان کی اوروہ ثقہ تھے۔عجلی نے رجل صالح، علم وفضل میں نمایاں مقام ومرتبہ رکھنے والا بتایا۔ابن سعد نے کہا ہے کہ امام مالک ثقہ، مامون، کثیرالحدیث، صاحب خیروفضل تھے۔ ابن حبان نے آپ کوثقات میں شمار کیا ہے۔لکھا ہے کہ مالک اہل کوفہ کے بڑے

۳۱۔تاریک فقہ، ص ۸۳ مقدمہ انوارالباری، ج ۱ ص ۱۶۱

۳۲۔جواہر مضیہ، ج ۲ ص ۱۵۰

عبادت گذاروں اور نقل میں متثبت اور متقن تھے، آپ نے ۱۵۹ھ میں وفات پائی۔۳۳

امام داؤد طائی حنفی رحمۃ اللہ علیہ:۔ امام ربانی، امام حدیث ابو سلیمان داؤد بن نصیر الطائی اپنے وقت کے عظیم محدث، ثقہ، عابد وزاہد، اعلم وافضل، اورع واتقی تھے، ضروری علوم وفنون حاصل کرنے کے بعد امام اعمش اور ابن ابی لیلی سے حدیث پڑھی، پھر امام اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں باریاب ہوئے، بیس برس تک آپ سے استفادہ کرتے رہے اور ان کے کبار اصحاب و ارکان تدوین فقہ میں نمایاں خدمات کے باعث اعلی مقام حاصل کیا۔

بعض اوقات صاحبین کے اختلاف کو اپنی رائے صائب سے فیصلہ کر کے ختم کردیتے تھے۔ امام یحی بن معین وغیرہ نے آپ کی توثیق کی اور نسائی میں آپ سے روایت کی گئی ہے۔

محدث محارب بن دثار فرماتے ہیں کہ اگر داؤد طائی پہلی امتوں میں ہوتے تو قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ان کا ذکر فرماتا۔ محدث ابن حبان نے لکھا ہے کہ داؤد فقہاء میں سے تھے اور امام اعظم ابوحنیفہ کی مجلس میں حاضر ہوا کرتے تھے، پھر رات دن عبادت میں صرف کرنے لگے تھے، یہاں تک کہ روٹی کو پانی میں بھگو دیتے تھے جب وہ گھل جاتی تو اس کو شربت کی طرح پی لیتے اور فرماتے جب تک

۳۳۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۰ ص ۲۲

میں روٹی کو ایک ایک لقمہ کر کے کھاؤں اتنے عرصہ میں پچاس آیات قرآن مجید کی پڑھ سکتا ہوں لہذا روٹی کھانے میں عمر کو کیوں ضائع کروں؟

امام محمد کا بیان ہے کہ میں ان کی خدمت میں گھر حاضر ہو کر کسی مسئلہ میں رجوع کرتا تھا تو اگر ان کے دل میں انشراح ہوا کہ اس مسئلہ کی مجھے اپنے دین کی اصلاح کیلئے ضرورت ہے تو جواب دیتے تھے ورنہ تبسم فرما کر مجھے ٹال دیتے تھے کہ ہمیں کام ہے ہمیں کام ہے۔ اس عظیم فقیہ ومحدث نے ١٦٠ھ میں اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرمائی۔ ٣٤

❁ امام مندل بن علی عزمی کوفی حنفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:۔

١٠٢ھ میں پیدا ہوئے، محدث، صدوق، فقیہ، فاضل، طبقۂ کبار اور تبع تابعین میں سے ہیں، امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کے اصحاب اور ارکان تدوین فقہ میں سے ایک ہیں۔ محدث معاذ ابن معاذ عنبری کا قول ہے کہ میں کوفہ پہونچا تو کسی کو آپ سے زیادہ اورع واتقی نہیں پایا۔ آپ سے یحیٰ بن آدم، ابوالولید طیالسی، فضل بن دکین، یحیٰ الحمانی، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حدیث روایت کی۔

سمعانی نے ذکر کیا کہ مندل اور ان کے بھائی حبان دونوں سب لوگوں سے زیادہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی مجلس میں حاضر رہا کرتے تھے۔ ٣٥

٣٤۔ جواہر مضیہ، ج ١ ص ٢٣٩ حدائق حنفیہ، ص ١١١

٣٥۔ الکردری، ج ٢ ص ٢١٥

علامہ کردری نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ مندل نے امام اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہ کر فقہ کی تکمیل کی اور امام صاحب دونوں کے ساتھ نہایت تلطف اور محبت وتقرب کا معاملہ فرماتے تھے۔علامہ صمیری نے بھی دونوں بھائیوں کوامام صاحب کے تلامذہ واصحاب میں لکھا ہے۔جامع المسانید میں امام اعظم سے ان کی روایات موجود ہیں۔۱۶۸ھ میں اس دارفنا سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔

❁ **امام نصر بن عبدالکریم رحمۃ اللہ علیہ**:۔اپنے وقت کے محدث وفقیہ تھے،امام اعظم رضی اللہ عنہ سے فقہ پڑھی اوران کی مجلس تدوین فقہ کے ارکان میں سے تھے،امام صاحب سے احادیث واحکام بکثرت روایت کئے،امام صاحب کے بعدامام ابویوسف کی خدمت میں رہے اوران ہی کے پاس ۱۶۹ھ میں وفات ہوئی۔ان سے سفیان ثوری اورموسی بن عبیدوغیرہ نے روایت کی۔۳۶

❁ **امام عمرو بن میمون بلخی حنفی رحمۃ اللہ علیہ**:۔محدث،فقیہ،صاحب علم وفضل اوراتقی واورع تھے،بغداد آکرامام اعظم علیہ الرحمۃ کی خدمت میں رہے،فقہ وحدیث ان سے حاصل کی۔امام یحی بن معین نے توثیق کی،بیس سال تک بلخ کے قاضی رہے،آپ سے آپ کے صاحبزادے عبداللہ بن عمرو قاضی نیشاپور نے روایت حدیث کی۔امام ترمذی کے شیوخ میں سے ہیں،جامع ترمذی میں روایت موجود ہے۔علامہ مزنی نے ’’تہذیب الکمال‘‘ میں آپ کا ذکر

۳۶۔جواہر مضیئہ، ج ۲ ص ۱۴۵

کیا ہے۔آپ ارکان مجلس تدوین میں سے ایک ہیں۔ ۱۷۱ھ میں وفات پائی ۔۳۷

امام حبان بن علی رحمۃ اللہ علیہ:۔ اپنے بڑے بھائی مندل کی طرح محدث، فقیہ اور فاضل تھے امام اعظم سے فقہ وحدیث میں تلمذ کیا اور تدوین فقہ کے شرکاء ومجتہدین میں سے ہیں۔امام اعمش سے بھی روایت حدیث کی۔

حجر بن عبدالجبار کا قول ہے کہ میں نے کوفہ میں حبان سے بہتر فقیہ نہیں دیکھا۔ابن معین نے فرمایا کہ حدیث میں مندل سے زیادہ قوی ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ دونوں بھائیوں کی روایت حدیث میں کوئی مضائقہ نہیں ۔ حافظ ذہبی نے ''میزان الاعتدال'' میں حبان کا ذکر کیا اور مدح وتضعیف کے اقوال نقل کرنے کے بعد آخر میں فیصلہ کیا کہ وہ متروک الحدیث نہیں تھے۔خطیب نے صالح متدین کہا۔''تہذیب الکمال'' اور ''تبییض الصحیفہ'' میں امام صاحب کے تلامذہ میں ذکر کیا ہے۔۱۷۲ھ میں آپ نے وفات پائی ۔۳۸

امام ابو عصمۃ نوح بن ابی مریم (جامع) حنفی رحمۃ اللہ علیہ:۔ مشہور محدث وفقیہ تھے، امام اعظم، ابن ابی لیلی وغیرہ حضرات کے تلامذہ میں ان کا شمار ہوتا ہے، آپ جامع علوم وفنون تھے، اسی لئے جامع کے لقب سے مشہور

۳۷۔جواہر مضیئہ، ج ۱ ص ۴۰۰ حدائق حنفیہ، ص ۱۱۳
۳۸۔جواہر مضیئہ، ج ۱ ص ۱۸۴

ہوئے ، امام اعظم علیہ الرحمۃ کی مجلس تدوین فقہ کے خاص رکن تھے اور بعض کہتے ہیں کہ سب سے پہلے آپ نے امام صاحب کی فقہ کو جمع کرنا شروع کیا تھا اس لئے جامع کہلائے ، درس کے زمانے میں چار مجلس منعقد کرتے تھے، ایک میں احادیث وآثار بیان کرتے ، دوسری میں امام اعظم کے اقوال نقل کرتے ، تیسری میں نحو کے اہم مسائل اور چوتھی میں شعروادب کے متعلق بیان کرتے تھے، جب ''مرو'' کے قاضی ہوئے تو امام صاحب نے ان کو نصائح وشروط قضاء لکھیں ، پھر مدت تک ''خراسان'' کے قاضی القضاۃ رہے۔ ۱۷۳ھ میں وفات پائی۔ ۳۹

❀ **امام زہیر بن معاویہ رحمۃ اللہ علیہ:** ۱۰۰ھ میں پیدا ہوئے ، امام اعظم کے اصحاب میں مشہور محدث ، ثقہ ، فقیہ ، فاضل اور تدوین فقہ کے شریک ہیں۔ امام اعمش وغیرہ سے حدیث حاصل کی اور یحی القطان وغیرہ کے شیخ ہیں۔

حضرت سفیان ثوری کا قول ہے کہ آپ کے زمانے میں آپ جیسا کوئی اور کوفہ میں نہیں تھا۔ امام یحی بن معین وغیرہ محدثین نے آپ کی توثیق کی۔ اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ میں ہیں اور سب نے آپ سے تخریج کی۔ ۱۷۳ھ میں اس دار فانی سے دار بقا کی طرف رحلت فرمائی۔ ۴۰

❀ **امام قاسم بن معن رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:**۔ حضرت عبداللہ بن

۳۹۔ جواہر مضیہ، ج ۱ ص ۳۴۸

۴۰۔ جواہر مضیہ، ج ۱ ص ۲۴۵

مسعود ؓ کی اولاد امجاد میں سے ہیں، محدث، ثقہ، فقیہ، فاضل، عربیت ولغت کے امام، سخاء ومروت اور زہد وورع میں بے نظیر تھے۔ امام اعظم ؓ کے ان اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے ہیں جن کے بارے میں امام صاحب ''سارّ قلب وجلاء حزن'' فرمایا کرتے تھے، حدیث وفقہ میں امام اعظم، اعمش، عاصم وغیرہ کے شاگرد ہیں۔ شریک کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے، لیکن غایت تورع وتقوی کے باعث بغیر تنخواہ کے قضاء کا کام انجام دیا۔ حافظ ذہبی نے حفاظ حدیث کے طبقات میں شمار کیا ہے۔ ۱۷۵ھ میں وفات پائی۔ ۴۱

❁ **امام حماد بن الامام الاعظم** ؓ: ۔ محدث، فقیہ اور بڑے زاہد وعابد تھے، حدیث وفقہ میں آپ کے بڑے استاد خود امام اعظم ہیں، امام صاحب کی زندگی ہی میں بوجہ کمال مہارت فتوی دینا شروع کر دیا تھا۔ امام ابو یوسف، امام محمد وغیرہ کے طبقہ میں تھے اور تدوین فقہ میں شریک رہے۔ قاسم بن معن کے بعد آپ کوفہ کے قاضی ہوئے، پھر سارے بغداد اور بصرہ کے قاضی ہوئے، مرض فالج سے معذور ہو کر استعفاء دیدیا تھا۔

صمیری کا بیان ہے کہ امام حماد پر دین، فقہ اور ورع غالب تھا۔ شریک کا بیان ہے کہ حماد اہل ہوا وبدعت کے مقابلہ میں بہت متشدد تھے۔ ان کے دلائل توڑ

۴۱۔ جواہر مضیہ، ج ۱ ص ۲۱۳ حدائق حنفیہ، ص ۱۱۵

تے اور حق کی حمایت میں ایسے پختہ دلائل قائم کرتے تھے جو بڑے بڑے حاذق اہل کلام کو بھی نہ سوجھتے تھے۔ ۱۷۶ھ میں آپ نے وفات پائی۔۴۲

❁ **امام هیاج بن بسطام رحمۃ اللہ علیہ:۔** محدث، فقیہ اور امام اعظم کے اصحاب وتلامذہ میں سے ہیں، امام صاحب سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔۴۳

ابو حاتم نے کہا ہے کہ ان کی حدیث لکھی جاتی ہے۔ بغداد میں آئے حدیث کا درس شروع کیا تو ایک لاکھ (100,000) آدمی جمع ہو گئے جو آپ سے حدیث لکھتے اور آپ کی فصاحت سے متعجب ہوتے تھے۔ مکی بن ابراہیم کا قول ہے کہ ہمارے علم میں ہیاج ثقہ، صادق وعالم ہیں۔ جس نے بھی ہیاج پر کچھ نکیر کی ہے وہ ان کے صاحبزادے خالد کی وجہ سے کی ورنہ ہیاج فی ذاتہ ثقہ ہیں۔ ۱۷۷ھ میں آپ نے وفات پائی۔۴۴

❁ **امام شریک بن عبداللہ الکوفی رحمۃ اللہ علیہ:۔** عظیم محدث و فقیہ ہیں، امام اعظم کی خدمت میں بہت رہے، ان سے روایت بھی کی، آپ کے مخصوص اصحاب اور شرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، آپ نے اعمش اور ابن شیبہ

۴۲۔ الکردری، ج ۲ ص ۲۱۳
۴۳۔ جامع المسانید، ج ۲ ص ۵۶۹
۴۴۔ تہذیب التہذیب، ج ۱۱ ص ۸۸

سے حدیث پڑھی ہے۔ امام مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ پہلے شہر ''واسط'' پھر کوفہ کے قاضی ہوئے۔ ۱۷۸ھ میں وفات پائی۔۴۵

امام عافیہ بن یزید القاضی رحمۃ اللہ علیہ:۔ بڑے پایہ کے محدث، صدوق اور فقیہ فاضل تھے، امام اعظم کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے خاص امتیازی مقام پر فائز ہوئے، امام صاحب ان کے علم وفضل پر بڑا اعتماد کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب تک عافیہ کسی مسئلہ پر اپنی رائے ظاہر نہ کردیں اس وقت تک اس کو فیصلہ شدہ سمجھ کر قلمبند کرنے میں جلدی مت کیا کرو، مدت تک کوفہ میں قاضی رہے۔ ۱۸۰ھ میں وفات پائی۔۴۶

امام عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ:۔ ۱۱۸ھ میں پیدا ہوئے ،صحاح ستہ کے ائمہ، رواۃ اور اجلۂ شیوخ میں جلیل القدر امام حدیث ہیں۔ ابن مہدی، شیخ امام بخاری نے چار کبار ائمہ حدیث میں سے ایک ان کو قرار دیا ہے۔ امام احمد نے فرمایا کہ اپنے زمانہ میں ان سے زیادہ علم کو جمع کرنے والا کوئی نہیں ہوا، وہ صاحب حدیث حافظ تھے، ان کی کتابوں میں بیس ہزار احادیث موجود ہیں ،امام صاحب کے اخص اصحاب میں سے تھے، آپ کے فضائل ومناقب بہت زیادہ ہیں۔ ۱۸۱ھ میں ۶۳ رسال کی عمر گذار کر وفات پائی۔۴۷

۴۵۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۱۶

۴۶۔ ایضا ، ص ۱۱۶

۴۷۔ مقدمہ انوار الباری، ج ۱ ص ۱۷۲ البدایہ والنہایہ، جزء عاشر، سیرت ائمہ اربعہ ص ۲۰۵

امام ابو یوسف انصاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

نام ونسب:۔ نام، یعقوب۔ کنیت، ابو یوسف۔ اور لقب (Chief Justice) قاضی القضاۃ ہے۔ باختلاف روایت ۹۳ھ یا ۱۱۳ھ/۸۳۱ء کو علوم و معارف کے مشہور و معروف شہر (City) کوفہ میں ولادت ہوئی۔

ابتدائی تعلیم کے بعد آپ نے فقہ کو پسند کیا، پہلے حضرت عبدالرحمٰن بن ابی یعلی کی شاگردی اختیار کی، پھر حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے حلقۂ درس میں آکر مستقل طور پر انہیں سے وابستہ ہوگئے۔

والدین نہایت غریب تھے جو آپکی تعلیم کا بار برداشت نہیں کر سکتے تھے، جب امام اعظم کو حالات کا علم ہوا تو انہوں نے نہ صرف آپ کے تعلیمی مصارف بلکہ تمام گھر والوں کے اخراجات کی کفالت اپنے ذمہ لے لی۔ حضرت امام ابو یوسف فرمایا کرتے تھے، مجھے امام اعظم سے اپنی ضروریات بیان کرنے کی کبھی حاجت نہیں ہوئی۔ وقتاً فوقتاً خود ہی اتنا خرچ بھیجتے رہتے تھے کہ میں فکر معاش سے بالکل آزاد ہوگیا۔

ذہانت وفطانت اور علم وفضل:۔ آپ ذہانت و فطانت کے بحر ذخار تھے، بڑے بڑے فضلائے زمانہ اور اہل فکر و دانش آپکی خداداد صلاحیتوں، فکر و نظر کی گہرائی و گیرائی اور علم وفضل کے مداح تھے۔

امام یحییٰ بن معین، امام احمد بن حنبل اور شیخ علی بن المدینی فرماتے

ہیں:۔

”امام اعظم ابوحنیفہ کے شاگردوں میں آپ کا ہم سر نہ تھا“

طلیحہ بن محمد کہتے ہیں:۔

وہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے فقیہ تھے، کوئی ان سے بڑھ کر نہ تھا۔

داؤد بن رشد کا قول ہے:۔

امام ابوحنیفہ نے صرف یہ ہی ایک شاگرد پیدا کیا ہوتا تو انکے فخر کے لئے کافی تھا۔

امام ابو یوسف کو نہ صرف نقد حدیث پر عبور حاصل تھا بلکہ تفسیر، مغازی، تاریخ عرب، لغت، ادب اور علم کلام وغیرہ علوم وفنون میں بھی کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ یہ ہی وہ فطری ذہانت تھی جس نے چند سال میں آپ کو سارے ہم عصروں میں ممتاز کر دیا تھا اور علماء وقت آپکے تبحر علمی اور جلالت فقہی کے قائل تھے۔ خود امام اعظم آپ کی بڑی قدر و منزلت فرماتے، اور فرمایا کرتے تھے کہ میرے شاگردوں میں سب سے زیادہ جس نے علم حاصل کیا وہ ابو یوسف ہیں۔

منصب قضا:۔ سنہ ۱۶۶ھ/۷۸۳ء میں آپ جب بغداد تشریف لائے تو خلیفہ محمد المہدی بن منصور نے آپکو بصرہ کا قاضی مقرر کر دیا۔

ہادی بن مہدی بن منصور کے زمانہ میں بھی آپ اسی عہدہ پر فائز رہے۔

جب ہارون الرشید نے ۱۹۳ھ/۸۰۸ء میں عنان حکومت سنبھالی تو اس نے آپ کو

تمام سلطنت عباسیہ کا قاضی القضاۃ (Chief Justice) مقرر کر دیا۔

موجودہ زمانے کے تصور کے مطابق یہ عہدہ محض عدالت عالیہ (Supereme Court) کے حاکم اعلیٰ کا نہ تھا بلکہ اس کے ساتھ وزیر قانون کے فرائض بھی اس میں شامل تھے۔ اور سلطنت کے تمام داخلی و خارجی معاملات میں قانونی رہنمائی کرنا بھی آپ کا کام تھا۔ مملکت اسلامیہ میں یہ پہلا موقع تھا کہ یہ منصب قائم ہوا۔ اس سے پہلے کوئی شخص خلافت راشدہ، اموی یا عباسی سلطنتوں میں اس عہدہ پر فائز نہ ہوا۔

عبادت وریاضت:۔ آپ عہدۂ قضا اور علمی مشاغل کے باوجود عبادت و ریاضت میں بھی بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ خود فرمایا کرتے تھے کہ میں امام اعظم کی خدمت میں انتیس (29) سال رہا اور میری صبح کی نماز باجماعت فوت نہ ہوئی۔

بشیر بن ولید کا بیان ہے کہ:

امام ابو یوسف کے زہد و ورع اور عبادت وتقوی کا یہ عالم تھا کہ زمانہ قضاء و وزارت میں بھی دوسو (200) رکعتیں نوافل ادا کرتے۔

انتقال پر ملال:۔ ۵ ربیع الاول ۱۸۲ھ بروز جمعرات بوقت ظہر علم وعرفان کا یہ آفتاب بغداد شریف میں غروب ہو گیا۔ فرماتے ہیں:۔

ما اعظم بر كة ابی حنيفة فتح لنا سبيل الدنيا و الآخرة

امام ابوحنیفہ کتنے بابرکت تھے کہ ہمارے لئے دنیا و آخرت دونوں کی

برکات کی راہ کھول دی۔ ۴۸

❁ **امام ابومحمد نوح بن دراج نخعی کوفی رحمۃ اللہ علیہ:** محدث، فقیہ، امام اعظم اور امام زفر وغیرہ حضرات کے تلمیذ اور تدوین فقہ حنفی کے شریک کار تھے۔

امام ابن ماجہ نے باب التفسیر میں آپ سے تخریج کی۔ کوفہ اور بغداد کے قاضی رہے، فقہ میں امام صاحب سے متخصص ہوئے، جامع المسانید میں امام صاحب سے روایت بھی کرتے ہیں۔ ۱۸۲ھ میں وفات پائی۔ ۴۹

❁ **امام ھیثم بن بشیر السلمی الواسطی رحمۃ اللہ علیہ:** رجال صحاح ستہ میں سے محدث وفقیہ، نیز امام اعظم کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے تھے۔ امام مالک نے فرمایا کہ اہل عراق میں ہیثم حدیث کے بہت اچھے جاننے والے ہیں۔ حماد بن زید نے فرمایا کہ محدثین میں ان سے اونچے درجہ کا میں نے نہیں دیکھا۔ عبدالرحمٰن کا قول ہے کہ ہیثم، سفیان ثوری سے زیادہ حافظ حدیث ہیں۔ ۱۸۳ھ میں وفات پائی۔ ۵۰

❁ **امام ابوسعید یحی بن زکریا بن ابی زائدۃ ہمدانی کوفی رحمۃ اللہ علیہ:**

حافظ حدیث، فقیہ، ثقہ، متدین، متورع اور ان اکابر اہل علم وفضل سے تھے جنہوں نے فقہ وحدیث کو بہت نمایاں طور پر جمع کیا۔

امام طحاوی نے فرمایا کہ وہ امام اعظم کے ان چالیس اصحاب میں سے

۴۸۔ مقدمہ انوار الباری، ج ۱ ص ۱۷۳ تاریخ فقہ ص ۸۲

۴۹۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۲۳

۵۰۔ امانی الاحبار، ج ۱ ص ۴۸

تھے جو تدوین کتب فقہ میں مشغول تھے اور تیس سال تک مسلسل وہ ہی مسائل مدونہ کو لکھتے رہے، بلکہ ان میں سے بھی عشرۂ متقدمین میں ان کا شمار کیا گیا ہے اور بغداد میں وہ ایک مدت تک درس حدیث دیتے رہے۔ خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو مدینہ طیبہ کا قاضی مقرر کیا تھا۔ ۹۳ رسال کی عمر پاکر ۱۸۴ھ میں وفات پائی۔ ۵۱

❁ **امام فضیل بن عیاض ﷫:۔** عالم ربانی، فقیہ ومحدث، زاہد وعابد، صاحب کرامات باہرہ تھے، مدت تک کوفہ میں رہ کر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ وحدیث میں تلمذ کیا۔ امام شافعی، یحیٰ القطان وغیرہ آپ کے تلامذہ میں ہیں۔ اصحاب صحاح ستہ کے شیخ ہیں۔ سب نے آپ سے تخریج کی۔ ۱۸۷ھ میں وفات پائی۔ ۵۲

❁ **امام اسد بن عمرو بن عامر البجلی الکوفی رحمۃ اللہ علیہ:۔** مشہور محدث، فقیہ اور امام صاحب کے ان چالیس فقہاء واصحاب میں سے تھے جو کتب وقواعد فقہ کی تدوین میں مشغول ہوئے، تیس سال تک انہوں نے بھی مسائل فقہ حنفی لکھے، امام صاحب کی خدمت میں طویل مدت تک رہے اور آپ سے حدیث وفقہ میں درجہ تخصص حاصل کیا، سب سے پہلے امام صاحب کی کتابوں کو لکھنے والے یہی تھے۔ امام ابو یوسف کی وفات پر خلیفہ ہارون رشید نے آپ کو ''بغداد''

۵۱۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۲۴

۵۲۔ مقدمہ انوار الباری، ج ۱ ص ۱۵۱ البدایہ والنہایہ، جزء عاشر ص ۱۹۸

اور ''واسط'' کی قضا سپرد کی اور اپنی بیٹی سے آپ کا عقد کر دیا۔ آپ سے امام احمد، محمد بن بکار وغیرہ نے حدیث روایت کی۔ ابن معین آپ کی توثیق کرتے تھے۔ ۱۸۸ھ یا ۱۹۰ھ میں باختلاف روایت وفات ہوئی۔۵۳

❁ امام محمد بن الحسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ:۔

نام ونسب۔ نام، محمد۔ کنیت، ابوعبداللہ۔ والد کا نام، حسن ہے۔ آپکے والد کا اصل مسکن جزیرہ شام (Syria) تھا، دمشق (Damishque) کے قریب ''حرسا'' کے رہنے والے تھے، بعد میں ترک وطن کر کے شہر ''واسط'' آ گئے تھے۔

ولادت وتعلیم:۔ آپکی ولادت ۱۳۲ھ میں بمقام شہر واسط عراق (Iraq) میں ہوئی پھر آپکے والد نے کوفہ کو اپنا مسکن بنایا اور آپکی تعلیم وتربیت کا آغاز یہیں سے ہوا۔

چودہ سال کی عمر میں امام اعظم کی خدمت میں حاضر ہوئے مجلس میں آکر امام اعظم کے بارے میں سوال کیا، امام ابویوسف نے آپکی رہنمائی کی آپ نے امام اعظم سے دریافت کیا کہ

ایک نابالغ لڑکا عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائے اور اسی رات فجر سے پہلے وہ بالغ ہو جائے تو وہ نماز دہرائے گا یا نہیں؟ امام اعظم نے فرمایا دہرائے گا۔ امام محمد نے اسی وقت اٹھ کر ایک گوشہ میں نماز پڑھی۔ امام اعظم نے یہ دیکھ کر بے ساختہ فرمایا ''ان شاء اللہ یہ لڑکا رجل رشید ثابت ہوگا'' اس واقعہ کے بعد امام

۵۳۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۲۶ مقدمہ انوار الباری، ج ۱ ص ۱۹۱

محمد گاہے گاہے امام اعظم کی مجلس میں حاضر ہوتے رہے، کمسن (Minor) تھے اور بے حد خوبصورت، جب باقاعدہ تلمذ کی درخواست کی تو امام اعظم نے فرمایا پہلے قرآن حفظ کرو پھر آنا۔

سات دن بعد پھر حاضر ہو گئے، امام اعظم نے فرمایا: میں نے کہا تھا کہ قرآن مجید حفظ کر کے پھر آنا عرض کیا: میں نے قرآن کریم حفظ کر لیا ہے۔

آپ امام اعظم علیہالرحمہ کی خدمت میں مسلسل چار سال رہے، پھر امام ابو یوسف سے تکمیل کی۔

خود فرماتے تھے: مجھے آبائی ترکہ سے تیس ہزار (30,000) درہم (Silver Coin) یا دینار (Gold Coin) ملے تھے جن میں سے نصف میں نے لغت وشعر کی تحصیل میں خرچ کر دئے اور نصف فقہ وحدیث میں۔

آپ نے طلب علم میں کوفہ کے علاوہ مدینہ، مکہ، بصرہ، واسط، شام، خراسان اور یمامہ وغیرہ کے سیکڑوں مشائخ سے علم حاصل کیا۔

امام شافعی امام محمد کی نہایت تعظیم وتوقیر کرتے اور واضح الفاظ میں احسانات کا اظہار کرتے تھے، فرماتے ہیں:

فقہ کے بارے میں مجھ پر زیادہ احسان محمد بن حسن کا ہے۔

حافظ سمعانی نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا۔

اللہ تعالی نے دو شخصوں کے ذریعہ میری معاونت فرمائی۔ سفیان بن عیینہ کے

ذریعہ حدیث میں اور امام محمد کے ذریعہ فقہ میں۔

علامہ کردری نے امام شافعی کا یہ قول نقل کیا کہ:۔

علم اور اسباب دینوی کے اعتبار سے مجھ پر کسی کا بھی اتنا بڑا احسان نہیں جس قدر امام محمد کا ہے۔

امام محمد کے پاس مال کی اتنی فراوانی تھی کہ تین سو (300) منیم (Accountants) مال کی نگرانی کیلئے مقرر تھے۔ لیکن آپ نے اپنا تمام مال و متاع محتاج طلبہ پر خرچ کردیا یہاں تک کہ آپکے پاس لباس بھی معمولی رہ گیا تھا۔

طرز زندگی (Way of living):۔ آپ راتوں کو نہیں سوتے، کتابوں کے ڈھیر لگے رہتے۔ جب ایک فن کی کتابوں سے طبیعت گھبراتی تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع کردیتے، جب راتوں کو جاگتے اور کوئی مسئلہ حل ہو جاتا تو فرماتے، بھلا شاہزادوں (Princes) کو یہ لذت کہاں نصیب ہوسکتی ہے۔

امام شافعی فرماتے ہیں: ایک مرتبہ میں نے آپکے یہاں قیام کیا، اور صبح تک نماز پڑھتا رہا، لیکن امام محمد رات بھر پہلو پر لیٹے رہے اور صبح ہونے پر یونہی نماز میں شریک ہوگئے۔ مجھے یہ بات کھٹکی تو میں نے عرض کیا، آپ نے فرمایا: کیا آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں سو گیا تھا، نہیں میں نے کتاب اللہ سے تقریبا ایک ہزار (1000) مسائل کا استنباط کیا ہے۔ تو آپ نے رات بھر اپنے لئے کام کیا اور میں نے پوری امت کیلئے۔

کسی نے آپ سے کہا: آپ سوتے کیوں نہیں ہیں۔ فرمایا: میں کس طرح سو جاؤں جبکہ مسلمانوں کی آنکھیں ہم لوگوں پر بھروسہ کر کے سوئی ہوئی ہیں۔

فضل وکمال۔ امام شافعی فرماتے ہیں: اگر میں کہنا چاہوں کہ قرآن مجید محمد بن حسن کی لغت پر اترا ہے تو میں یہ بات امام محمد کی فصاحت کی بنیاد پر کہہ سکتا ہوں۔ نیز یہود و نصاری امام محمد کی کتابوں کا مطالعہ کر لیں تو ایمان لے آئیں۔ فرماتے ہیں: میں نے جس شخص سے بھی کوئی مسئلہ پوچھا تو اس کی تیوری پر بل آ گئے مگر امام محمد سے جب بھی کوئی مسئلہ پوچھا تو آپ نے نہایت خندہ پیشانی سے وہ مسئلہ سمجھایا۔

امام احمد بن حنبل سے کسی نے پوچھا۔

یہ مسائل دقیقہ آپ نے کہاں سے سیکھے تو فرمایا: امام محمد کی کتابوں سے۔

ابن اکثم نے یحیی بن صالح سے کہا، تم امام مالک اور امام محمد دونوں کی خدمت میں رہے ہو، بتاؤ ان دونوں میں کون زیادہ فقیہ تھا، تو آپ نے بلا تردد جواب دیا، امام محمد۔

ربیع بن سلیمان کہتے ہیں۔

میں نے محمد بن حسن سے زیادہ کوئی صاحب عقل نہیں دیکھا۔

حق گوئی و بیباکی:۔ امام محمد بے حد غیور اور مستقل مزاج، حق گو اور بے باک تھے، حکومت وقت سے بلا خوف و جھجک گفتگو کرتے اور اظہار حق کے راستے میں

کوئی چیز ان کیلئے رکاوٹ نہیں بنتی تھی۔ ایک دفعہ خلیفہ ہارون رشید کی آمد پر سب لوگ کھڑے ہو گئے محمد بن حسن بیٹھے رہے۔ کچھ دیر بعد خلیفہ کے نقیب نے محمد بن حسن کو بلایا ان کے شاگرد اور احباب سب پریشان ہو گئے کہ نہ جانے شاہی عتاب سے کس طرح خلاصی ہوگی۔ جب آپ خلیفہ کے سامنے پہنچے تو اس نے پوچھا کہ فلاں موقعہ پر تم کھڑے کیوں نہیں ہوئے، فرمایا کہ جس طبقہ میں خلیفہ نے مجھے قائم کیا ہے میں نے اس سے نکلنا پسند نہیں کیا۔ آپ کی تعظیم کیلئے قیام کر کے اہل علم کے طبقہ سے نکل کر اہل خدمت کے طبقہ میں داخل ہونا مجھے مناسب نہیں تھا۔ پھر کہا: آپ کے ابن عم یعنی حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ آدمی اس کی تعظیم کیلئے کھڑے رہیں وہ اپنا مقام جہنم میں بنائے'' حضور کی مراد اس سے گروہ علماء ہے پس جو لوگ حق خدمت اور اعزاز شاہی کے خیال سے کھڑے رہے انہوں نے دشمن کیلئے ہیبت کا سامان مہیا کیا اور جو بیٹھے رہے انہوں نے سنت اور شریعت پر عمل کیا جو آپ ہی کے خاندان سے لی گئی ہے اور جس پر عمل کرنا آپ کی عزت اور کرامت ہے۔ ہارون رشید نے سن کر کہا سچ کہتے ہو۔

منصب قضاء:۔ امام ابو یوسف کو فقہ حنفی کی ترویج و اشاعت کا بے حد شوق تھا وہ چاہتے تھے کہ ملک کا آئین فقہ حنفی کے مطابق ہو۔ اس لئے انہوں نے ہارون رشید کی درخواست پر قاضی القضاہ (Chief Justice) کا عہدہ قبول کر لیا تھا، کچھ عرصہ بعد ہارون رشید نے شام کے علاقہ کیلئے امام محمد کا بحیثیت قاضی تقرر کیا،

امام محمد کو علم ہوا تو وہ امام ابو یوسف کے پاس گئے اور اعتذار کیا اور درخواست کی کہ مجھے اس آزمائش سے بچائیے، امام ابو یوسف نے مسلک حنفی کی اشاعت کے پیش نظر ان سے اتفاق نہیں کیا۔ وہ ان کو "یحیی برمکی" کے پاس لے گئے یحیی نے ان کو ہارون رشید کے پاس بھیج دیا۔ اس طرح مجبور ہو کر عہدہ قضاء قبول کرنا پڑا۔

تصانیف:۔ کتب ظاہر الروایۃ کے علاوہ امام محمد نے فقہ کے موضوع پر متعدد کتابیں اور تصنیف فرمائیں جن کا احصاء تو مشکل ہے البتہ چند کتابوں کا ذکر "ہدایۃ العارفین" کے حوالے سے مندرج ہے۔

❁ الاحتجاج علی مالک ❁ الاکتساب فی الرزق المستطاب ❁ الجرجانیات
❁ الرقیات فی المسائل ❁ عقائد الشیبانیہ ❁ کتاب الاصل فی الفروع
❁ کتاب الاکراہ ❁ کتاب الحیل ❁ کتاب السجلات ❁ کتاب الشروط
❁ کتاب الکسب ❁ کتاب النوارد ❁ الکیسانیات ❁ مناسک الحج
❁ انوار الصیام ❁ الہارونیات وغیرہ بہت سی کتابیں۔

وصال:۔ امام محمد نے ستاون (57) سال عمر گزاری اور عمر کا بیشتر حصہ فقہی تحقیقات اور مسائل کے استنباط اور اجتہاد میں گذارا۔ جب دوبارہ عہدۂ قضا پر بحال ہوئے اور قاضی القضاۃ (Chief Justice) مقرر ہوئے تو ان کو ایک مرتبہ ہارون رشید اپنے ساتھ سفر پر لے گیا، وہاں "رے" کے اندر "نبویہ" نامی

ایک بستی میں ۱۸۹ھ میں اس دار فانی سے دار بقاء کی طرف رحلت فرما گئے۔ اسی سفر میں ہارون رشید کے ساتھ نحو کے مشہور امام کسائی بھی تھے جو آپ کے خالہ زاد بھائی ہوتے تھے اور اتفاق سے اسی دن یا دو دن بعد ان کا بھی انتقال ہوگیا۔ ہارون رشید کو ان دونوں ائمہ فن کے وصال کا بے حد ملال ہوا اور اس نے افسوس سے کہا آج میں نے فقہ اور نحو دونوں کو ''رے'' میں دفن کر دیا۔۵۴

❁ امام علی بن مسہر قریشی کوفی رحمۃ اللہ علیہ:۔ مشہور صاحب درایت و روایت، جلیل القدر محدث و فقیہ اور امام صاحب کے ان اصحاب و تلامذہ میں سے تھے جو حدیث و فقہ کے جامع اور شریک تدوین فقہ تھے۔ حدیث میں اعمش، ہشام وغیرہ کے بھی تلمیذ ہیں۔ مدت تک موصل (Mosel) کے قاضی رہے۔ اصحاب صحاح ستہ کے کبار شیوخ میں ہیں۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کی مسانید میں آپ سے روایت کرتے ہیں۔ ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔۵۵

❁ امام یوسف بن خالد سمتی رحمۃ اللہ علیہ:۔ امام اعظم کے تلامذہ واصحاب میں مشہور عالم، فقیہ، کامل محدث اور ثقہ تھے، تدوین فقہ میں شریک رہے۔ پہلے بصرہ (Basra) کے مشہور فقہاء سے فقہ و حدیث حاصل کی۔ امام صاحب سے مسانید میں روایات کی ہیں، امام صاحب کی خدمت میں کوفہ حاضر ہوئے اور

۵۴۔ مقدمہ انوار الباری، ج ۱ ص ۱۹۲ تاریخ فقہ، ص ۸۳

۵۵۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۳۰ جامع المسانید، ص ۵۰۸

آپ سے فقہ وحدیث کی تکمیل کی۔ نقل کیا گیا ہے کہ امام صاحب سے چالیس ہزار (40,000) مسائل مشکلہ حل کئے اور ۱۸۹ھ میں وفات پائی۔ ۵۶

امام عبداللہ بن ادریس کوفی رحمۃ اللہ علیہ:۔ ۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے، محدث، ثقہ، حجت، صاحب سنت وجماعت، کثیر الحدیث اور اصحاب امام اعظم وشرکاء تدوین فقہ میں سے ہیں۔ ابن معین نے فرمایا عبداللہ ہر چیز میں ثقہ تھے۔ ابو حاتم نے کہا حجت تھے، ان کی مرویہ احادیث سے استدلال صحیح ہے، ان کا شمار صحاح ستہ کے رواۃ میں ہے۔ آپ نے ۱۹۲ھ میں وفات پائی۔ ۵۷

امام فضل بن موسی السینانی رحمۃ اللہ علیہ:۔ ۱۱۵ھ میں پیدا ہوئے، مشہور محدث، فقیہ حضرت ابن مبارک کے ساتھیوں میں ہیں، امام اعظم کے تلمیذ خاص وشریک تدوین فقہ ہیں۔ حدیث شریف لیث اور اعمش وغیرہ سے بھی حاصل کی، امام اعظم کے مسانید میں آپ سے بکثرت روایت کی ہے۔ ۱۹۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ۵۸

امام علی بن ظبیان رحمۃ اللہ علیہ:۔ محدث وفقیہ، عالم وعارف، صاحب زہد وورع امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلمیذ وشریک تدوین فقہ رہے۔ ابتداء شرقی بغداد (East Baghdad) کے قاضی رہے، پھر

۵۶۔ جواہر مضیئہ، ج ۲ ص ۲۲۷ البدایہ والنہایہ، جزء عاشر ص ۲۰۸
۵۷۔ جواہر مضیئہ، ج ۱ ص ۲۷۱
۵۸۔ جواہر مضیئہ، ج ۱ ص ۴۰۷

ہارون رشید کے عہد میں قاضی القضاۃ ہوگئے تھے، ہمیشہ بوریئے پر بیٹھ کر فیصلہ دیتے تھے، آپ سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کرتے ہیں حالانکہ آپ سے پہلے قضاۃ مسند پر بیٹھتے تھے، فرمایا مجھے شرم آتی ہے کہ میرے سامنے دو مسلمان بھائی تو بوریئے پر بیٹھیں اور میں مسند پر بیٹھوں۔ ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ ۱۹۲ھ میں آپ نے وفات پائی۔۵۹

امام حفص بن غیاث رحمۃ اللہ علیہ:۔ مشہور و معروف عالم، محدث، ثقہ، فقیہ، زاہد و عابد اور امام اعظم کے ممتاز کبار اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں تھے، امام صاحب سے فقہ میں تخصص کا درجہ حاصل کیا اور حدیث امام ابو یوسف، ثوری، اعمش وغیرہ سے حاصل کی۔ اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔ ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ آپ کوفہ میں تیرہ (13) سال اور بغداد میں دو (2) سال تک دار القضاء (Court) کے متولی (Costodian) ہے۔ ۱۹۴ھ میں آپ نے وفات پائی۔۶۰

امام وکیع بن الجراح رحمۃ اللہ علیہ:۔ اصحاب صحاح ستہ کے شیوخ و رواۃ میں ہیں، امام اعظم سے فقہ میں تخصص حاصل کیا اور حدیث امام صاحب، امام ابو یوسف اور امام زفر وغیرہ سے حاصل کی۔

ابن معین کہتے تھے کہ میں نے ان سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، امام صاحب کی خدمت میں بہت زیادہ وقت گذارا، ان سے بہت کچھ حاصل کیا اور

۵۹۔ جواہر مضیہ، ج ۱ ص ۳۶۳ البدایہ والنہایہ جزء عاشر ص ۲۰۹

۶۰۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۳۲

تدوین فقہ میں بھی شریک رہے، امام صاحب کے ہی قول پر فتوی دیتے تھے۔ ١٩٧ھ میں ٧٠ رسال کی عمر میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ ٦١

امام هشام بن یوسف رحمۃ اللہ علیہ:۔ محدث، فقیہ، امام صاحب کے تلمیذ خاص اور اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے تھے۔ بخاری شریف اور سنن اربعہ میں آپ سے تخریج کی گئی ہے۔ ابوحاتم نے آپ کو ثقہ متقن کہا۔ عجلی نے ثقہ کہا۔ ابن حبان نے بھی آپ کو ثقات میں ذکر کیا۔

خلیلی نے کہا ہے کہ آپ متفق علیہ ثقہ ہیں ان سے تمام ائمہ حدیث نے روایت کی ہے۔ ١٩٧ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ٦٢

امام نقد رجال یحی بن سعید القطان البصری رحمۃ اللہ علیہ

:۔ نے امام مالک، سفیان اور شعبہ وغیرہ سے حدیث حاصل کی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی، حدیث وفقہ میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے شاگرد اور تدوین فقہ کی مجلس کے رکن رکین تھے، امام صاحب ہی کے مذہب پر فتوی دیا کرتے تھے اور فن رجال کے بہت بڑے عالم تھے، جامع فضل وکمال ہونے کے باوجود امام صاحب کی شاگردی پر فخر کیا کرتے تھے۔ ٧٨ رسال کی عمر پاکر ١٩٨ھ میں وفات پائی۔ ٦٣

٦١۔ جواہر مضیہ، ج ٢ ص ٢٠٩ حدائق حنفیہ، ص ١٣٢
٦٢۔ تہذیب التہذیب، ج ١١ ص ٥٨
٦٣۔ جواہر مضیہ، ج ٢ ص ٢١٢ سیرت ائمہ اربعہ ص ٢٠٤

امام شعیب بن اسحاق دمشقی رحمۃ اللہ علیہ:۔ امام اعظم کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے پایہ کے محدث وفقیہ تھے، امام بخاری، امام مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے آپ سے تخریج کی۔ امام نسائی نے آپ کو امام اعظم کے ثقہ اصحاب میں شمار کیا، امام اعظم، ہشام بن عروۃ، اوزاعی وغیرہ سے حدیث حاصل کی، لیث بن سعد وغیرہ نے آپ سے روایت کی۔ ۷۲ سال کی عمر گذار کر ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ ۶۴

امام ابوعمرو حفص بن عبدالرحمٰن بلخی رحمۃ اللہ علیہ:۔ امام اعظم کے اصحاب میں عظیم محدث، افقہ اور مجلس تدوین فقہ کے رکن رکین تھے، اسرائیل، حجاج اور ثوری وغیرہ سے روایت کی نیساپور کے قاضی ہوئے لیکن پھر نادم ہوکر قضا کو چھوڑ دیا، ابوداؤد، نسائی نے آپ سے تخریج کی ہے۔ ابن حبان نے ثقات میں آپ کا ذکر کیا ہے۔ ۱۹۹ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ۶۵

امام ابومطیع حکم بن عبداللہ بن سلمہ بلخی رحمۃ اللہ علیہ:۔ علامہ کبیر اور محدث وفقیہ شہر تھے، امام صاحب کے اصحاب وشرکاء تدوین فقہ میں سے تھے، عبداللہ بن مبارک آپ کے علم وفضل اور تدین کی وجہ سے بہت عظمت ومحبت کیا کرتے تھے، مدت تک بلخ کے قاضی رہے، امام صاحب، امام مالک، ابن عون اور ہشام وغیرہ سے حدیث روایت کی، احمد بن منیع، خلاد بن اسلم وغیرہ نے آپ

۶۴۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۳۳

۶۵۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۳۵ جواہر مضیئہ، ج ۱ ص ۲۲۱

سے روایت کی۔ ۱۹۹ھ میں وفات پائی۔ ۶۶

❁ **امام خالد بن سلیمان بلخی رحمۃ اللہ علیہ**:۔ اپنے وقت کے محدث وفقیہ تھے، امام اعظم کے تلامذہ اور مجلس تدوین فقہ کے ارکان میں سے تھے، نیز امام صاحب نے ان میں افتاء کی صلاحیت دیکھ کر فتوی نویسی میں ان کو متخصص بنایا تھا، محمد بن طلحہ شیخ بخاری کے استاذ ہیں، امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مسانید میں روایت حدیث کرتے ہیں۔ ۸۴؍ سال کی عمر پا کر ۱۹۹ھ میں وفات پائی۔ ۶۷

❁ **امام عبدالحمید بن عبدالرحمٰن الکوفی رحمۃ اللہ علیہ**:۔ محدث، جلیل القدر فقیہ، عالی مرتبت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب وتلامذۂ حدیث وفقہ اور مجلس تدوین فقہ کے ارکان میں سے تھے، امام صاحب کے علاوہ اعمش اور ثوری سے بھی حدیث پڑھی، امام اعظم سے جامع المسانید میں ان کی روایات ہیں۔ ابن معین نے ثقہ کہا۔ ابن حبان نے بھی ثقات میں ذکر کیا ہے۔ ۲۰۲ھ میں وفات پائی۔ ۶۸

❁ **امام حسن بن زیاد لؤلؤی رحمۃ اللہ علیہ**:۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے تلامذۂ واصحاب اور شرکاء تدوین فقہ میں سے بڑے بیدار مغز، فقیہ ودانشمند اور محدث تھے۔ یحیٰی بن آدم کا قول ہے کہ میں نے آپ سے بڑا کوئی فقیہ نہیں دیکھا

۶۶۔ حدائق حنفیہ،		ص ۱۳۲	جواہر مضیہ،	ج ۲	ص ۲۶۵
۶۷۔ حدائق حنفیہ،		ص ۱۳۵	جواہر مضیہ،	ج ۱	ص ۲۲۹
۶۸۔ جامع المسانید،	ج ۲	ص ۵۰۹	جواہر مضیہ،	ج ۱	ص ۲۹۵

حتی کہ بعض لوگوں نے امام محمد سے بھی زیادہ فقیہ کہا ہے۔ امام ابو یوسف اور امام زفر سے فقہی مسائل میں رجوع کرتے تھے۔ سمعانی نے کہا ہے کہ حسن بن زیاد امام اعظم ابو حنیفہ کی حدیثی روایات کے بڑے عالم تھے۔ محمد بن سماعہ کا بیان ہے کہ امام حسن بن زیاد فرماتے تھے کہ میں نے ابن جریج سے بارہ ہزار (12,000) احادیث لکھیں، ان سب کی مراد سمجھنے میں فقہاء کی ضرورت ہے آپ نے چالیس سال تک افتاء کا کام انجام دیا اور ۲۰۴ھ میں وفات ہوئی۔ ۶۹

امام ابو عاصم النبیل ضحاک بن مخلد بصری رحمۃ اللہ علیہ:۔ امام اعظم کے تلامذہ واصحاب اور ارکان مجلس تدوین فقہ میں سے محدث، ثقہ، فاضل معتمد، فقیہ کامل تھے، شعبہ ابن جریج ثوری وغیرہ سے روایت کی، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی۔

ابن سعد نے کہا ہے کہ آپ فقیہ ثقہ تھے، ۹۰ رسال کی عمر گذار کر ۲۱۲ھ میں اس دنیا سے رحلت فرما گئے۔ ۷۰

امام مکی بن ابراہیم بلخی رحمۃ اللہ علیہ:۔ امام اعظم رضی اللہ عنہ کے اصحاب و شرکاء تدوین فقہ میں سے جلیل القدر امام، حافظ حدیث اور فقیہ تھے۔

خطیب نے لکھا کہ آپ سے امام احمد وغیرہ نے روایت کی، امام بخاری

۶۹۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۳۷ جواہر مضیہ، ج ۱ ص ۱۹۳

۷۰۔ جواہر مضیہ، ج ۲ ص ۲۵۶

کے کبار شیوخ میں سے تھے، اصحاب صحاح ستہ نے آپ سے تخریج کی ہے۔

۲۱۵ھ میں آپ نے وفات پائی۔ ا؎

امام حماد بن دلیل قاضی المدائن رحمۃ اللہ علیہ:۔ اپنے وقت کے امام، محدث اور فقیہ تھے، امام اعظم کے ان بارہ اصحاب میں سے ہیں جن کے بارے میں آپ نے فرمایا تھا کہ سب کے سب قضاء کی صلاحیت رکھتے ہیں اور تقریبا سب ہی قضاء کے اعلی عہدوں (Posts) پر فائز بھی ہوئے۔ امام اعظم، سفیان ثوری وغیرہ سے حدیث حاصل کی، پھر امام صاحب سے فقہ میں تخصص بھی، احمد، اسحق وغیرہ نے آپ سے روایت حدیث کی۔ ابن حبان نے ان کو ثقات میں ذکر کیا ہے، آپ ایک مدت تک مدائن کے قاضی رہے۔ ۲۱۵ھ میں وفات پائی۔ ۲؎

اب ان مسائل کے مجموعہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو دور تدوین میں مرتب ومستنبط کیا گیا اور بعد میں کتب حنفیہ کے نام سے مشہور ہوا۔

دور تدوین میں فقہ حنفی کی کتابیں:۔ فقہ حنفی میں سب سے اہم اور پہلی کتاب تو وہ مجموعۂ فقہی ہے جو خود امام اعظم ابوحنیفہ نے مجلس تدوین میں مرتب کرایا، وہی فقہ حنفی کی اصل اور تلامذۂ امام کا ماخذ ہے مگر بعد میں اس مجموعہ کا سراغ نہیں ملتا۔

ا؎۔ مقدمہ انوار الباری، ص ۲۱۱

۲؎۔ حدائق حنفیہ، ص ۱۳۶ جواہر مضیہ، ج ۱ ص ۲۲۵

اگرچہ امام صاحب کے زمانہ میں اور ان کے بعد کتب ابی حنیفہ کے نام سے وہ مجموعہ مشہور رہا جس کے متعلق مشہور محدث ابن مبارک کا قول ہے کہ:

كتبت كتب ابى حنيفة غير مرة۔

میں نے امام ابوحنیفہ کی کتابوں کو متعدد بار لکھا۔

شبلی نے کہا ہے غالباً یہ بہت بڑا مجموعہ تھا اور ہزاروں مسائل پر مشتمل تھا ''قلائد عقود الجمان'' کے مصنف نے ''کتاب الصیانہ'' کے حوالہ سے تحریر کیا ہے کہ امام صاحب نے جس قدر مسائل مدون کئے ان کی تعداد بارہ لاکھ نوے ہزار (12,90,000) سے کچھ زیادہ تھی۔

شمس الائمہ کردری نے لکھا ہے کہ یہ مسائل چھ لاکھ (6,00000) تھے، یہ خاص تعداد شاید صحیح نہ ہو لیکن اس میں شبہ نہیں کہ ان کی تعداد لاکھوں سے کم نہ تھی۔ امام محمد کی جو کتابیں آج موجود ہیں ان سے ان کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ ۴۷

علامہ شبلی نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ امام صاحب کی تصنیفات کا ضائع ہو جانا کوئی محل تعجب نہیں، اس عہد کی ہزاروں کتابوں میں سے آج ایک بھی موجود نہیں، امام اوزاعی، ابن جریج، ابن عروبۃ، حماد بن معجز ان کی تالیفات عین اسی زمانہ میں شائع ہوئیں ہیں جب امام اعظم ابوحنیفہ کا دفتر مرتب ہو رہا تھا، تاہم ان

۴۷۔ سیرت نعمان، ص ۱۰۹ امام اعظم ابوحنیفہ، ص ۱۲۷

کی کتابوں کا کوئی نام بھی نہیں جانتا، لیکن امام اعظم کی کتب کی گم شدگی کی ایک خاص وجہ یہ ہے کہ امام صاحب کا مجموعۂ فقہ اگرچہ بجائے خود مرتب اور خوش اسلوب تھا، لیکن قاضی ابو یوسف و امام محمد نے انہیں مسائل کو اس توضیح و تفصیل سے لکھا ہے اور ہر مسئلہ پر استدلال و برہان کے ایسے حاشیے اضافہ کئے ہیں کہ انہیں کا رواج عام ہو گیا اور اصل ماخذ سے لوگ مستغنی ہو گئے، ٹھیک اسی طرح جس طرح متاخرین نحویوں کی تصنیفات کے بعد فراء، کسائی، خلیل اور ابوعبیدہ کی کتابیں دنیا سے ناپید ہو گئیں، حالانکہ یہ لوگ فن نحو کے بانی اور مدون اول تھے۔۴۷

امام ابوحنیفہ کے مذہب پر دور تدوین میں جتنی کتابیں محفوظ رہیں اور بعد میں اس پر کام ہوتا رہا اور مشہور ہوئیں وہ امام محمد کی کتابیں ہیں، فقہ کے مجموعہ کا ہونا تو یقینی و حتمی ہے لیکن اس مجموعہ کا کیا نام تھا یہ معلوم نہ ہو سکا، البتہ متقدمین کی کتابوں میں امام صاحب کی کتابوں کا ذکر ملتا ہے جسے آپ نے حیات امام اعظم میں پڑھا۔ اور مؤلف انوار الباری نے بھی علامہ کوثری کے حوالہ سے آپ کی کتابوں کا ذکر اس طرح کیا ہے کہ: ❁ کتاب الرائے ❁ کتاب اختلاف الصحابۃ ❁ کتاب الجامع ❁ کتاب السیر ❁ کتاب الاوسط ❁ الفقہ الاکبر ❁ العالم والمتعلم ❁ کتاب الرد علی القدریۃ ❁ رسالۃ الامام ابی عثمان التیمی فی الأرجاء ❁ مکتوب الوصایا امام صاحب کے علمی تحفے ہیں اور امام صاحب کا فقہی مجموعہ امام

۴۷۔ سیرت نعمان، ص ۲۰۰ تاریخ فقہ، ص ۸۸

ابو یوسف اور امام محمد کے قلم سے آج بھی بعینہ موجود ہے، ان کتابوں کے نام جو کتب مذہب ابو حنیفہ کے نام سے موسوم ہیں درج ذیل ہیں۔

کتب ظاہر الروایۃ:۔ ان میں چھ کتابیں شمار ہوتی ہیں۔

❁ **جامع صغیر:۔** یہ کتاب مسائل فقہیہ کی ۴۰ کتب پر مشتمل ہے، اس کتاب کے مسائل کی تعداد ۵۳۲ ہے جس میں ۱۷۰ ر مسائل سے امام محمد نے اختلاف بھی کیا ہے، اس کی روایت امام محمد سے غی بن ابان اور محمد بن سماعہ نے کی ہے، پہلی کتاب، کتاب الصلوۃ ہے، آخر میں کتاب الوصایا اور متفرقات ہیں، اس کے ابواب خود امام محمد نے قائم نہیں کئے، بلکہ قاضی ابو طاہر محمد بن الدیاس نے اس کی تبویب کی، اس کتاب کے مسائل کی روایت امام محمد، امام ابو یوسف سے اور وہ امام ابو حنیفہ سے کرتے ہیں، اس میں دلائل نہیں ہیں یہ کتاب مصر میں چھپی ہے، اور ہندوستان میں مولانا عبدالحی فرنگی محلی کے حاشیہ کے ساتھ چھپی ہے۔

❁ **جامع کبیر:۔** یہ کتاب جامع صغیر کی طرح ہے مگر اس میں مسائل اور تفریع بہت زیادہ ہیں اس کتاب میں امام صاحب کے اقوال کے علاوہ امام ابو یوسف اور امام زفر کے اقوال بھی موجود ہیں، نیز ہر مسئلہ کی دلیل بھی ہے، بعد کے فقہاء نے اصول کے مسائل اسی کتاب سے اخذ کئے ہیں، یہ کتاب حیدرآباد سے چھپی ہے۔

❁ **مبسوط:۔** یہ کتاب اصل کے نام سے مشہور ہے، امام محمد کی تصانیف میں یہ کتاب سب سے بڑی ہے، اس میں انہوں نے ایسے ہزاروں مسائل جمع کئے ہیں جن کے جواب خود امام ابوحنیفہ نے استنباط کئے ہیں اور ان میں بعض مسائل وہ بھی ہیں جن میں امام ابو یوسف اور امام محمد نے ان سے اختلاف کیا ہے، اس کتاب میں ان کی عادت یہ ہے کہ مسئلہ کو وہ ان آثار سے شروع کرتے ہیں اور اکثر ان مسائل پر ختم کرتے ہیں جن میں امام ابوحنیفہ اور ابن ابی لیلی کا اختلاف ہوا، اس کتاب کے راوی احمد بن حفص ہیں، اس میں علل اور احکام قیاسیہ نہیں ہیں۔

❁ **زیادات:۔** اس کتاب میں وہ مسائل ہیں جو جامع صغیر اور جامع کبیر میں درج ہونے سے رہ گئے ہیں، اس کی "زیادۃ الزیادات" بھی امام محمد نے لکھی ہے، اس کے راوی بھی احمد بن حفص ہیں۔

❁ **السیر الصغیر:۔** اس کتاب میں حکومت وسیاست اور جہاد کے مسائل ہیں، جب اس کتاب کو امام اوزاعی نے دیکھا تو پسند کیا اور طنز بھی اور کہا اہل عراق کو سیر سے کیا واسطہ، امام محمد نے جب یہ جملہ سنا تو سیر کبیر تحریر فرمادی۔

❁ **السیر الکبیر:۔** مثل سیر صغیر ہے مگر حجم میں اس سے بڑی ہے اور اس میں مسائل بھی زیادہ ہیں، یہ کتاب ۱۶۰/ اجزاء پر مشتمل ہے یہ کتاب فقہ میں امام

محمد کی آخری تالیف ہے، اس کتاب کے راوی ابوسلیمان جوز جانی اور اسمعیل بن ثوابہ ہیں، جب امام محمد اس کتاب کی تالیف سے فارغ ہوئے تو خلیفۂ وقت اور امام اوزاعی نے اس کتاب کو بہت زیادہ پسند کیا، یہ کتاب سرخسی کی شرح کے ساتھ ممزوج حیدرآباد میں چھپی ہے۔

علامہ ابن القیم نے فرمایا ہے کہ یہ کتاب امام محمد کی سب سے آخری تالیف ہے۔

اعلم ان السیر الکبیر آخر تصنیف صنعه محمد فی الفقه۔

سیر کبیر فقہ میں امام محمد کی آخری تالیف ہے۔۷۵

یہ کتاب رضا لائبریری، رامپور میں موجود ہے۔

دور تدوین کے بعد علماء حنفیہ نے انہیں کتابوں پر زیادہ اعتماد کیا، ان کی شرحیں لکھیں، ان کے مسائل کو جمع کیا، اور ان کا اختصار کیا، گویا بعد میں مذہب حنفی کی بنیاد انہیں کتابوں پر قائم ہوگئی۔

چوتھی صدی کے آغاز میں ابوالفضل محمد بن احمد المروزی المعروف بہ حاکم شہید نے ''کافی'' کے نام سے ایک کتاب لکھی جس میں کتب ظاہر الروایہ کے تمام مسائل جمع کردیئے مکررات کو حذف کردیا، سرخسی نے اس کی طویل شرح لکھی جو تیس جلدوں میں چھپ چکی ہے، اب مبسوط کے نام سے مشہور ہے۔

۷۵۔ الطرق الحکمیۃ، ص ۱۲

کتب نوادر:۔ کتب ظاہر الروایہ کے علاوہ امام محمد نے فقہ کی دوسری جتنی کتابیں تالیف کیں یا ان کی طرف منسوب ہیں وہ سب نوادر کہلاتی ہیں، مثلاً ❁ امالی محمد ❁ کیسانیات ❁ جرجانیات ❁ رقیات ❁ ہارونیات ❁ نوادر ابن رستم وغیرہ۔

امام اعظم ابوحنیفہ کے تلامذہ میں حسن بن زیاد نے بھی متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ مثلاً ❁ کتاب المجرد لابی حنیفۃ ❁ کتاب ادب القاضی ❁ کتاب الخصال ❁ کتاب التصنیفات ❁ کتاب الخراج ❁ کتاب الفرائض ❁ کتاب الوصایا۔٧٦

تدوین کا فائدہ:۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی فقہ کو دنیا میں جو حسن قبول حاصل ہوا وہ محتاج بیان نہیں، تیسری صدی سے دنیائے اسلام میں اس کو عام مقبولیت حاصل ہونے لگی، اس کے بعد عموماً ہر زمانہ میں حکومت اور عوام کی اکثریت کا مذہب یہی رہا، دنیائے اسلام کی دو ثلث آبادی اسی فقہ کی پیرو ہے۔ شیخ محمد طاہر فتنی صاحب مجمع البحار، محدث کرمانی شافعی شارح بخاری فرماتے ہیں:

فلو لم یکن للہ سر خفی فیہ لما جمع لہ شطر الاسلام اوما یقاربہ علی تقلیدہ حتی عبداللہ بفقہہ وعمل برائہ الی یومنا ما یقارب اربعمائۃ وخمسین سنۃ وفیہ اول دلیل علی صحتہ ۔٧٧

اگر اس مذہب حنفی میں اللہ تعالیٰ کی قبولیت کا راز پوشیدہ نہ ہوتا تو نصف یا

٧٦۔ تاریخ علم فقہ، ص ٨٧ امام اعظم ابوحنیفہ، ص ١٢٧
٧٧۔ المغنی، ص ٨٠

اس کے قریب مسلمان اس مذہب کے مقلد نہ ہوتے ہمارے زمانہ تک جس کو امام صاحب سے تقریباً ساڑے چار سو برس کا عرصہ ہوتا ہے، ان کی فقہ کے مطابق اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت ہورہی ہے، اوران کی رائے پر عمل ہورہا ہے، اس میں اس کی صحت کی اول درجہ کی دلیل ہے۔

ملاعلی قاری دسویں صدی کے آخر گیارہویں صدی کے آغاز میں لکھتے ہیں،

الحنفية ثلثا المومنين۔۷۸

حنفیہ کل مسلمانوں کے دوتہائی ہیں، ممکن ہے اب کچھ زیادہ ہی ہوں۔

امام صاحب کی زندگی ہی میں اس مجموعہ نے وہ حسن قبول حاصل کیا کہ اس وقت کے حالات کے لحاظ سے مشکل سے قیاس میں آسکتا ہے، جس قدر اس کے اجزاء تیار ہوتے جاتے تھے ساتھ ہی ساتھ تمام ملک میں اس کی اشاعت ہوتی جاتی تھی، امام صاحب کی درس گاہ ایک قانونی مدرسہ (Law College) تھا جس کے طلبہ نہایت کثرت سے ملکی عہدوں پر مامور ہوئے اوران کے آئین حکومت کا یہی مجموعہ تھا۔

تعجب ہے کہ جن لوگوں کو امام صاحب سے ہمسری کا دعوی تھا وہ بھی اس کتاب سے بے نیاز نہ تھے۔ امام سفیان ثوری نے بڑے لطائف الحیل سے ’’کتاب الرہن،، کی نقل حاصل کی اور اس کو اکثر پیش نظر رکھتے تھے۔ زائدہ کا

۷۸۔مرقات، ج ۲ ص ۲۴

بیان ہے کہ میں نے ایک دن سفیان کے سرا ہنے ایک کتاب دیکھی جس کا وہ مطالعہ کرر ہے تھے، ان سے اجازت لیکر میں اس کو دیکھنے لگا تو امام ابوحنیفہ کی ''کتاب الرہن'' نکلی، میں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی کتابیں دیکھتے ہیں، بولے کاش ان کی سب کتابیں میرے پاس موجود ہوتیں۔٧٩

یہ بھی کچھ کم تعجب کی بات نہیں کہ باوجود یکہ اس وقت بڑے بڑے مدعیان فن موجود تھے اور ان میں سے بعض امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مخالفت بھی کرتے تھے، تاہم کسی کو اس کتاب کے ردوقدح کی جرأت نہیں ہوئی، امام رازی مناقب شافعی میں لکھتے ہیں کہ:۔

ان اصحاب الرای اظہر وامذاھبھم وکانت الدنیا مملوءۃ من المحدثین ورواۃ الاخبار ولم یقدر احد منھم الطعن فی اقاویل اصحاب الرای۔

اصحاب رائے (امام اعظم ابوحنیفہ اوران کے تلامذہ) نے اپنے مسائل جس زمانہ میں ظاہر کئے دنیا محدثین اور راویان اخبار سے بھری ہوئی تھی، تاہم کسی کو قدرت نہ ہوئی کہ ان کے اقوال پر اعتراض (Objection) کرتا۔

امام رازی نے تو عام نفی کی ہے لیکن ہم کو زیادہ استقصاء سے معلوم ہوا کہ اس عموم میں ایک استثناء ہے، کیونکہ بیہقی نے تصریح کی ہے کہ امام اوزاعی نے امام ابوحنیفہ کی ''کتاب السیر'' کا رد لکھا تھا، جس کا جواب قاضی ابویوسف نے لکھا۔

٧٩۔ عقود الجمان، باب عاشر

یہ مسائل جو فقہ حنفی کے نام سے موسوم ہیں نہایت تیزی سے تمام ملک میں پھیل گئے عرب میں تو چنداں ان مسائل کو رواج نہ ہوا، کیونکہ مدینہ میں امام مالک، اور مکہ میں دیگر ائمہ ان کے حریف مقابل موجود تھے، لیکن عرب کے سوا تمام اسلامی ممالک میں جن کی وسعت سندھ (Sindh) سے ایشیائے کوچک (Minor sea) تک تھی، ان ہی کا طریقہ جاری ہوگیا، ہندوستان، سندھ، کابل اور بخارا وغیرہ میں تو ان کے اجتہاد کے سوا کسی کا اجتہاد تسلیم ہی نہیں کیا جاتا، دوسرے ممالک میں گو شافعی و حنبلی فقہ کا رواج ہوا لیکن فقہ حنفی کو دبا نہ سکا اور اس کے خاص اسباب تھے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ عنان حکومت جن لوگوں کے ہاتھوں میں رہی وہ اکثر فقہ حنفی ہی کے پابند تھے۔

خلفاء عباسیہ تو اس بحث سے خارج ہیں اس لئے کہ یہ لوگ تو خود ہی دعوی اجتہاد کرتے تھے اور کبھی کسی کی تقلید نہیں کی، تاہم ان میں اگر کسی نے تقلید گوارہ بھی کی تو امام اعظم ابوحنیفہ کی ہی کی۔ عبداللہ بن المعتز جو فن بدیع کا موجد تھا اور خلفاء عباسیہ میں سب سے بڑا شاعر اور ادیب تھا حنفی المذہب تھا۔

عباسیہ کے تنزل کے ساتھ جن خاندانوں کو عروج ہوا اکثر حنفی تھے۔ خاندان سلجوقی جس نے ایک طویل مدت تک حکومت کی اور جن کے دائرہ حکومت کی وسعت طول میں کاشغر (Kashghar) سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ (Constantine) سے بلاد خزر (Cospine sea) تک

پہونچی ہوئی تھی حنفی تھا۔

محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا فن فقہ میں اس کی ایک نہایت عمدہ تصنیف موجود ہے جس کا نام ''التفرید'' ہے، اور جس میں کم وبیش ساٹھ ہزار (60,000) مسائل ہیں۔

نورالدین زنگی کا نام کسی پر پنہاں نہیں وہ ہمارے ہیروز مین داخل ہیں، بیت المقدس کی لڑائیوں میں اول اسی نے نام حاصل کیا دنیا میں پہلا دارالحدیث اسی نے قائم کیا اگر چہ وہ شافعی و مالکی فقہ کی عزت کرتا تھا، لیکن وہ خود اور اس کا تمام خاندان مذہبا حنفی تھا۔

صلاح الدین خود شافعی تھا، لیکن اس کے خاندان میں بھی حنفی المذہب موجود تھے۔ الملک المعظم عیسی بن مالک العادل جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا، علامہ خلکان اس کے حالات میں تحریر کرتے ہیں'' وہ نہایت عالی ہمت، فاضل ہوشمند اور حنفی مذہب میں غلو رکھتا تھا''۔

چرا کسۂ مصر جو نویں صدی کے آغاز میں مصر کی حکومت پر پہونچے اور ۱۴۸ر برس تک فرمانروا رہے اور بہت سی فتوحات حاصل کیں، خود حنفی تھے اور ان کے دربار میں اسی مذہب کو زیادہ فروغ تھا۔ سلاطین ترک جو کم وبیش چھ سو برس سے روم کے فرمانروا ہیں اور آج انہی کی سلطنت اسلام کی عزت ووقار کی امید گاہ ہے، عموما حنفی تھے، خود ہمارے ہندوستان کے فرمانروا خواین اور آل تیمور اسی

چند حیرت انگیز فتاوی

یوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے ان گنت فتاوی و مسائل بیان فرمائے ہیں مگر ان میں کثیر تعداد ایسے مشکل و دشوار ترین فتاوی کی بھی ہے جن تک اہل حل و عقد کی دور رس نگاہ بھی نہیں پہونچتی اور امام صاحب ان کا حل فرفر بیان کرتے نظر آتے ہیں۔ ایسے ہی چند فتاوی بطور نمونہ (Sample) نظر قارئین ہیں:

❁ **وراثت کی تقسیم:** ہم امام ابوحنیفہ کے پاس تھے کہ ایک عورت آئی اور اس نے کہا کہ میرے بھائی کی وفات ہوگئی اس نے چھ سو (600) دینار چھوڑے اور مجھ کو ورثہ میں ایک دینار ملا ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا میراث کی تقسیم کس نے کی ہے؟ اس نے کہا داؤد طائی نے۔ آپ نے فرمایا انہوں نے ٹھیک کی ہے۔ کیا تمہارے بھائی نے دو لڑکیاں چھوڑی ہیں؟ ماں چھوڑی ہے؟ بیوی چھوڑی ہے؟ ایک بہن اور بارہ بھائی چھوڑے ہیں؟ عورت نے سب سوالوں کا جواب ہاں میں دیا۔ آپ نے کہا لڑکیوں کا دو تہائی حصہ یعنی چار سو (400) دینار اور چھٹا حصہ ماں کا ہے یعنی ایک سو (100) دینار اور آٹھواں حصہ بیوی کا ہے یعنی پچھتر (75) دینار۔ باقی پچیس (25) دینار۔ اس میں سے بارہ بھائیوں کے چوبیس (24) دینار یعنی ہر بھائی کو دو دینار اور تم بہن ہو تمہارا ایک دینار رہا۔

❁ **روپے کی تقسیم:** عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں

نے ایک دفعہ امام ابو حنیفہ ؒ سے سوال کیا کہ ایک شخص کے پاس دو درہم (Silver Coin) ہیں، دوسرے کے پاس ایک درہم ہے، ان دونوں نے مل کر کام شروع کیا، ان میں سے دو درہم خرچ ہو گئے یا کاروبار میں نقصان ہو گیا۔ اب اس باقی ماندہ ایک درہم کی تقسیم کیسے کی جائے؟ آپ نے فرمایا اس میں کوئی ابہام نہیں بقیہ مال (ایک درہم) کو تین حصوں میں تقسیم کر لیں، دو حصے دو درہم والے کو دے دیں اور ایک حصہ ایک درہم والے کو۔ اس شخص نے یہ تقسیم ابن شبرمہ کو بتائی تو انہوں نے فرمایا امام ابو حنیفہ ؒ سے خطا ہو گئی ہے۔ یہ درہم نصف نصف کرنا ہو گا۔ ایک نصف اسے دے دیں جس کے دو درہم تھے اور ایک نصف اس کو دے دیں جس کا ایک درہم تھا۔ مجھے ابن شبرمہ کا جواب زیادہ پسند آیا۔ مگر میرے خیال میں یہ بات پختہ تھی کہ امام ابو حنیفہ ؒ کا علم تمام دنیائے اسلام کے ائمہ سے نصف ہے اور دوسرا نصف تمام علمائے اسلام میں تقسیم ہوا تھا۔

اب چند روز بعد ابن شبرمہ کا قول حضرت امام ابو حنیفہ ؒ کو سنایا تو آپ نے فرمایا، جب دونوں کے درہم آپس میں یکجا ہوئے تھے تو ان کی شرکت مستحکم ہو گئی تھی۔ اس لئے تقسیم کے وقت یہ درہم تین حصوں میں تقسیم ہو گا کیونکہ ضائع ہونے یا نقصان میں جانے میں دونوں اپنے اپنے حصہ کے حقدار ہیں اور اسی نسبت میں ان کا نفع و نقصان ہو گا۔

شادی کی رات بیویاں بدل گئیں : وکیع ؒ نے بتایا کہ کوفہ

شہر میں ایک رئیس کی شادی کی دعوت ولیمہ میں وقت کے بلند پایہ ائمہ اور علمائے کرام آئے ہوئے تھے۔ ان میں حضرت سفیان، مسعر، مالک بن مغول، جعفر بن زیاد الأحمر اور حسن بن صالح رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے علاوہ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ اس دعوت ولیمہ میں کوفہ کے اشراف اور گورنر (Governers) بھی آئے ہوئے تھے۔

یہ تقریب ایسی تھی جس میں ایک رئیس کی دو بیٹیاں تھیں اور ایک رئیس کے دو بیٹے تھے، جن کی باہمی شادیاں ہوئی تھیں۔ ولیمہ کے میزبان نہایت پریشانی کے عالم میں آئے اور کہنے لگے ہم پر ایک سخت مصیبت نازل ہوئی ہے، رات کو غلطی سے ایک بیٹے کی منکوحہ (Wife) دوسرے بیٹے کی منکوحہ سے تبدیل ہوگئی اور اس طرح انہوں نے شب باشی (Intercourse) بھی کر لی ہے۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ایسا واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سامنے بھی آیا تھا۔ ان کے پاس حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاصد نے ایسا ہی واقعہ بیان کیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فتویٰ حاصل کیا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قاصد سے دریافت کیا واقعی تم حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے قاصد ہو؟ اس نے بتایا ہاں! میں ان کا قاصد ہوں مگر یہ واقعہ ہمارے شہر میں نہیں ہوا بلکہ ایک دوسرے شہر میں ہوا ہے۔ وہاں کے برگزیدہ لوگوں نے فیصلہ کیا ہے کہ ان دونوں نے زنا کا ارتکاب کیا ہے اور ہر لڑکی اس کے اپنے منسوب لڑکے کو لوٹا دی جائے۔ اس خطا کی وجہ سے

کسی پر حد نافذ نہیں ہوگی۔

یہ واقعہ سارے لوگ نہایت غور سے سن رہے تھے اور ان لوگوں نے امام سفیان ثوری ﷫ کا فیصلہ بھی سن لیا تھا۔ لیکن مسعر نے حضرت امام ابوحنیفہ ﷫ کو مخاطب کر کے پوچھا، حضرت آپ کا کیا فیصلہ ہے؟ آپ نے فرمایا سفیان کا فتویٰ اور فیصلہ غلط ہے۔ آپ نے فرمایا ان دونوں لڑکوں کو میرے پاس لاؤ جب وہ آئے تو آپ نے ہر ایک لڑکے سے پوچھا کہ جس عورت سے تم نے شب باشی کی ہے کیا تمھیں پسند ہے؟ دونوں نے کہا ہاں ہمیں پسند ہے آپ نے فرمایا ہر ایک اپنی منکوحہ کو طلاق (Divorse) دے دے پھر آپ نے ہر ایک پسندیدہ جوڑے کا دوبارہ نکاح پڑھایا۔ پھر ان لڑکوں کے والد کو فرمایا اب تم دوبارہ ولیمہ کر سکتے ہو۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ ﷫ کا یہ فیصلہ سن کر بعض حضرات کو بڑا تعجب ہوا مگر مسعر اٹھے اور حضرت امام ابوحنیفہ ﷫ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور آپ کے فیصلے کی بے حد تعریف کی۔ آپ نے وہاں موجود لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا، تم لوگ مجھے امام ابوحنیفہ ﷫ کی تعریف کرنے پر ملامت کرتے ہو، مگر امام ابوحنیفہ ﷫ ہی ہیں جو دینی مسائل کو اس خوبصورتی سے حل کرتے ہیں کہ جس کا جواب نہیں۔ آپ فقاہت میں بے مثال ہیں۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ مسعر کی باتیں سن کر خاموش رہے اور اس مسئلے کے خلاف بات تک نہ کی۔

❁ **بار بار شادی اور اس کا حل:** امام لیث بن سعد کہتے تھے کہ میں

ابوحنیفہ کا ذکر سنا کرتا تھا اور میری تمنا اور خواہش تھی کہ ان کو دیکھوں۔ اتفاق سے میں نے دیکھا کہ ایک شخص پر لوگ ٹوٹے پڑتے ہیں اور ایک شخص ان کو یا ابا حنیفہ کہہ کر پکار رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ یہ شخص ابوحنیفہ ہیں۔ آواز دینے والے نے ان سے کہا میں دولتمند ہوں میرا ایک بیٹا ہے۔ میں اس کی شادی کرتا ہوں، روپیہ خرچ کرتا ہوں، وہ طلاق دے دیتا ہے، میں اس کی شادی پر کافی روپیہ خرچ کرتا ہوں اور یہ سب ضائع ہوتا ہے، کیا میرے واسطے کوئی حیلہ (Way) ہے۔ امام ابوحنیفہ نے کہا تم اپنے بیٹے کو اس بازار لے جاؤ جہاں لونڈی غلام (Slave) فروخت ہوتے ہیں۔ وہاں اس کی پسند کی لونڈی خرید لو، وہ تمہاری ملکیت میں رہے، اس کا نکاح اپنے بیٹے سے کردو، اگر وہ طلاق دے گا باندی تمہاری رہے گی۔

۞ **آٹے کے مطالبہ پر طلاق اور اس کا حل:** ابوجعفر ہندوانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اعمش کی گھریلو زندگی بڑی ناخوشگوار تھی۔ وہ اپنی بیوی کے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتے تھے اور وہ اپنی بیوی کا جب بھی ذکر کرتے تو اچھے الفاظ میں نہیں کرتے تھے۔ ایک دن انہوں نے اپنی بیوی کے مطالبات (Demands) سے تنگ آکر قسم کھائی کہ اگر میری بیوی نے آٹے کا مطالبہ کیا، زبان سے، تحریر سے یا کسی دوسرے فرد کی معرفت تو اسے تین طلاقیں۔ دوسری طرف ان کی بیوی نہیں چاہتی تھی کہ وہ طلاق حاصل کرے، اسے بڑی

پریشانی ہوئی کہ اس مسئلہ کا کیا حل کیا جائے۔ اگر وہ آٹے کے ختم ہونے کی خبر دیتی ہے زبان سے کہتی ہے یا کسی کی معرفت پیغام دیتی ہے تو اسے طلاق ہو جائے گی۔ وہ اس پریشانی میں حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور آپ کو اپنی پریشانی اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے اسے تسلی دی کہ فکر نہ کرو یہ معمولی بات ہے۔ اب جب کبھی آٹا ختم ہو تو اعمش کی شلوار (Throuser) جہاں رکھی ہو اس کے کمر بند کے ساتھ آٹے کا خالی تھیلہ (Bag) باندھ دینا اور زبان سے کچھ نہ کہنا وہ صبح شلوار پہنے گا تو اسے آٹے کا تھیلہ نظر آئے گا تو آٹا لانے کا خود بخود بندوبست (Arrangement) کریگا۔ اس عورت نے ایسا ہی کیا اعمش نے آٹے کا خالی تھیلہ اپنی شلوار کے ازار بند کے ساتھ بندھا دیکھا تو سمجھ گیا کہ یہ سارا کارنامہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے۔ اب عام لوگوں کے درمیان مسائل میں زک (Problem) پہنچانے کے بعد ہمارے گھر بھی آپہنچے ہیں۔

❁ **قسم اور اس کا حل:** امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے قسم کھالی کہ میں اپنی بیوی سے بات نہیں کرونگا، اگر کروں تو اسے تین طلاقیں۔ دوسری طرف عورت بھی سخت طبیعت کی تھی اس نے کہا کہ میں بھی قسم کھاتی ہوں کہ میں تجھ سے بات نہیں کروں گی۔ جب حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مسئلہ پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر ایک فریق نے بھی بات کی تو ان پر قسم وارد ہو جائیگی۔ یہ مسئلہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا

وہ ایک دوسرے سے بات کریں یا نہ کریں کسی پر قسم وارد نہ ہوگی، ان میں سے کوئی بھی حانث نہیں ہوگا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کا یہ فیصلہ سنا تو فرمایا، یہ شخص حرام شدہ چیزوں کو حلال کر رہا ہے۔ امام ابوحنیفہ ؒ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ دونوں اکٹھے بیٹھے تو اس شخص نے ان دونوں کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کیا۔ امام ابوحنیفہ ؒ نے سن کر وہی جواب دیا جو پہلے دیا تھا۔ حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے امام صاحب سے پوچھا یہ کیسے ہوسکتا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مرد نے قسم کھائی تھی کہ وہ بات نہیں کریگا، اگر کرے تو اسے طلاق ہے۔ اس طرح عورت نے بھی غصہ میں آکر کہا کہ میں بھی تم سے بات نہیں کروں گی۔ جب عورت نے یہ بات مرد کو مخاطب کرکے کہہ دی کہ میں بھی بات نہیں کروں گی تو بات تو ہوگئی، قسم ٹوٹ گئی۔ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ماشاء اللہ علوم کے جو دروازے (Gate of Knowladge) آپ پر کھلے ہیں وہ ہم پر نہیں۔

❁ میاں بیوی کے درمیان جھگڑا اور اس کا حل: اعمش حضرت امام ابوحنیفہ ؒ کے معاندین میں سے تھا۔ اس کا گھر میں اپنی بیوی سے جھگڑا ہو گیا۔ اس کی بیوی نے کہا میں تم سے بات نہیں کروں گی۔ اعمش اس سے بات کرنے کی کوشش کرتے مگر وہ کسی بات کا جواب نہ دیتی تھی۔ اعمش نے کئی حیلے بہانے کئے مگر اس نے ایک ہی چپ سادھ لی۔ چنانچہ اعمش کو بھی غصہ آگیا اور کہا کہ اگر آج رات تو مجھ سے نہ بولی تو تجھے تین طلاق۔ یہ بات تو اعمش نے کہہ دی

مگر اس کی بیوی اتنی ضدی نکلی کہ پھر بھی بات کرنے کو تیار نہ ہوئی۔ اعمش کو اپنی شرط اور طلاق کا خیال آیا تو اسے سخت ندامت ہوئی، اس نے بڑی تدابیر کیں مگر بات نہ بنی۔ ادھر رات گذرتی جارہی تھی اور اعمش کو اپنی عائد کردہ شرط پر بیوی کو طلاق کا خدشہ بڑھ رہا تھا، آدھی رات گذر گئی اور وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچا۔ اسے کچھ خیال آیا اور دوڑتا ہوا امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس چلا گیا۔ امام صاحب رضی اللہ عنہ نے اس کی بڑی تعظیم کی، بڑا احترام کیا۔ امام صاحب نے آنے کا سبب پوچھا تو اس نے اپنی ساری پریشانی کا اظہار کر دیا۔ آپ نے واقعہ سن کر فرمایا یہ تو معمولی بات ہے۔ آپ کا مسئلہ آج ہی رات حل کر دیا جائیگا۔

آپ نے اعمش کے مؤذن کو بلایا اور فرمایا آج فجر کی اذان وقت سے پہلے دے دینا۔ حالانکہ کوفہ میں یہ حکم تھا کہ کوئی شخص وقت سے پہلے اذان نہیں دے سکتا۔ اعمش کے مؤذن نے وقت سے پہلے اذان دی تو اعمش کی بیوی نے خیال کیا کہ رات ختم ہوگئی ہے۔ اب میں اگر بات کر بھی لوں تو کوئی حرج نہیں۔ میری جان چھوٹ گئی اور اب میں ایک طلاق یافتہ عورت ہوں۔ اس نے خود آواز دے کر کہا اے بداخلاق اعمش آج میں تمہارے نکاح سے آزاد ہو چکی ہوں۔ اعمش نے اسے کہا ابھی تو رات باقی ہے۔

مذکورہ عناصر کی روشنی میں اس بات کی صراحتاً نشاندہی ہو جاتی ہے کہ تدوین کا کام کس قدر مشکل و دشوار کن ہے۔ لیکن اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتیں نازل

ہوں امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی پر جس نے اس کارعظیم کو بحسن وخوبی پایہ تکمیل تک پہونچا کر اہل اسلام ومسلمین پر ایسا احسان عظیم فرمایا ہے جس کو رہتی دنیا تک فراموش نہیں کیا جاسکتا اور اس عظیم کارنامہ پر آپ کو جس قدر بھی سراہا جائے اس کے مقابل سب بمنزلۂ عدم ہے۔ خالق کائنات آپ کی تربت پر رحمت ونور کی موسلا دھار بارش برسائے۔ آمین

ابر رحمت تیرے مرقد پر گہر باری کرے
حشر تک شان کریمی ناز برداری کرے

فنا کے بعد بھی باقی ہے شان رہبری تیری
خدا کی رحمتیں ہوں اے امیر کارواں تجھ پر

آمین بجاہ النبی الکریم علیہ افضل الصلوۃ واکرم التسلیم۔

وتعاونوا علی البرّ والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان واتقوا اللّٰہ ان اللّٰہ شدید العقاب ٥

نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور ظلم وزیادتی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو اللہ سے ڈرو بیشک اللہ سخت عذاب والا ہے

کتابیات

۱ قرآن کریم (کنز الایمان) : اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ

۲ نزہۃ القاری : مفتی محمد شریف الحق صاحب علیہ الرحمۃ

۳ جامع الاحادیث : مولانا محمد حنیف خاں صاحب

۴ الفائق فی غریب الحدیث : جار اللہ محمود بن عمر زمخشری

۵ درمختار : شیخ علاء الدین محمد بن علی حصکفی

۶ اقرب الموارد فی فصح العربیۃ والشوارد : سعید الخوری الشرتونی

۷ غایۃ السعایۃ : مولوی محمد حنیف گنگوہی

۸ فقہی پہلیاں : مفتی جلال الدین صاحب علیہ الرحمۃ

۹ توضیح

۱۰ قرۃ العیون فی تذکرۃ الفنون : مولانا محمد حنیف سہارنپوری

۱۱ تاریخ علم فقہ : امیم الاحسان

۱۲ سیرت نعمان : مولانا شبلی نعمانی

۱۳ سیرت ائمہ اربعہ : رئیس احمد جعفری

۱۴ الفہرست	: لابن ندیم
۱۵ تاریخ فقہ	
۱۶ امام اعظم ابوحنیفہ	
۱۷ مناقب الامام ابی حنیفہ	: علامہ الموفق المکی
۱۸ الجواہر المضیئۃ ،اول، دوم	: عبدالقادر بن احمد القرشی
۱۹ تاریخ بغداد	: حافظ احمد بن علی الخطیب البغدادی
۲۰ جامع مسانید امام اعظم	: محمد بن محمود خوارزمی
۲۱ مناقب الامام ابی حنیفہ	: ابن البزازالکردری
۲۲ مقدمہ انوار الباری، جلد اول	: مولوی احمد رضا بجنوری
۲۳ تہذیب التہذیب، جلد دہم، یازدہم	: حافظ احمد بن علی بن حجر عسقلانی
۲۴ حدائق حنفیہ	: مولوی فقیر محمد بن حافظ محمد سفارش
۲۵ البدایۃ والنہایۃ، جلد عاشر	: حافظ اسماعیل بن کثیر
۲۶ امانی الاحبار فی شرح معانی الآثار	: ابوجعفر الطحاوی
۲۷ الطرق الحکمیۃ فی السیاسۃ الشرعیۃ	: ابن قیم الجوزی ابوعبداللہ محمد بن الزرعی
۲۸ مرقات، جلد دوم	: حیدر محمد الکرمنی الکنفلی
۳۰ عقود الجمان، باب عاشر	: محمد بن یوسف بن علی بن یوسف الدمشقی الصالحی
۳۱ خلافت وملوکیت	: ابوالاعلی مودودی

امام احمد رضا اکیڈمی سے شائع ہونے والی کتابیں

- ★ جامع الاحادیث (مکمل ۱۰ جلدیں)
- ★ امام احمد رضا اور علم تفسیر
- ★ تدوین حدیث
- ★ اصول حدیث
- ★ حالات فقہاء و محدثین
- ★ جامع الغموض مکمل (اردو شرح کافیہ)
- ★ تجلی العروس و مراد النفوس
- ★ نحوی پہیلیاں
- ★ آپ زندہ ہیں واللہ
- ★ روحانی واقعات
- ★ روحِ تصوف
- ★ نصرت الحق
- ★ واحد جمع
- ★ ملفوظاتِ شریفہ

مصنف کی مندرجہ ذیل تصانیف جلد ہی منظر عام پر انشاء المولیٰ تع

- ★ مفتی اعظم ہند اور انکی تصانیف (اردو)
- ★ مرقات الأدب (عربی)
- ★ مدارس کے نظم و نسق اور تعلیم و تربیت کا تنقیدی جائزہ (اردو)
- ★ امام احمد رضا اور علوم و فنون (اردو)

رابطہ کا پتہ:

مکتبہ ام کلثوم

نزد فاطمہ ہسپتال، جگت پور، پرانا شہر بریلی

Mob.: 0-9412376685

IMAM AHMAD RAZA ACADEMY

Saleh Nagar, Rampur Road, Bareilly Shareef, (U.P.)